علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

حل شدہ امتحانی پرچہ (گیس پیپر) کورس کوڈ : 363

اردو ون (لازمی) سطح : ایف اے / آئی کام

پرچہ سمسٹر : بہار 2016ء

سوال نمبر 1: مندرجہ ذیل اقتباسات کی تشریح کریں۔ سبق کا عنوان اور مصنف کا نام بھی لکھیں؟

(الف) ''کیا تیرا دل پتھر۔۔۔۔۔۔۔سے ہنس رہا ہے۔''

جواب:

کاشان اکیڈمی

سبق کا نام: رستم وسہراب

مصنف کا نام: آغا حشر کاشمیری

0334-5504551

حوالہ متن: یہ اقتباس ڈراما ''رستم وسہراب'' سے لیا گیا جس کے مصنف آغا حشر کاشمیری ہیں۔

تشریح:

Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

جب سہراب ایران کے سفید قلعے پر حملہ کرتا ہے تو وہاں کا سپہ سالار بہرام غداری کرتا ہے لیکن گرد آفرید اس منصوبے کو ناکام بنا دیتی ہے اس پر بہرام اسے قتل کر دیتا ہے۔ اس پیراگراف میں اسی موقعے پر محبّ وطن گرد آفرید اور غدار بہرام کے درمیان مکالمہ ہے۔ گرد آفرید بہرام کو اس کی غداری پر سخت نفرت اور برہمی سے مخاطب کرتی ہے کہ کیا تیرا دل پتھر بن گیا ہے؟ کیا تیری پرورش ایرانی ماں کے دودھ کے بجائے خون سے کی گئی؟ موذی جلاد! اگر تیرے پاس دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان ہیں، تو دشمن کی ٹھوکروں سے پامال ملک کے دردناک حالت دیکھ اور ڈوب مر۔ غلامی کے زنجیر میں جکڑی ہوئی مادرِ وطن کی فریاد سُن اور شرم کر۔ جن بہادروں نے ایران کی حفاظت کیلئے اپنے خون کا قطرہ تک قربان کر دیا، کیا وہ تیرے قومی بھائی نہ تھے؟ جن شریف عورتوں نے فرض کی قربان گاہ پر اپنے شوہروں، بھائیوں، بچوں کی جانیں نثار کر دیں، وہ تیری ملکی بہنیں نہیں تھیں؟ اپنے بھائیوں کی زندگیاں، اپنی بہنوں کا سکھ لٹوا کر شرم کے زخم سے مر جانے کے بدلے تُو خوش ہو رہا ہے؛ ٹوٹے ہوئے دلوں کے ذبح کی ہوئی امیدوں پر آنسو بہانے کے عوض دوزخ کے مؤکل کی طرح بے رحمی سے ہنس رہا ہے۔

گرد آفرید بہرام کو اس کے شرم ناک فعل پر اسے کوستے ہوئے شرم دلاتی ہے اور اسے ان لوگوں کا حوالہ دیکر بات کرتی ہے جن نے ایران کی سالمیت پر اپنی جانیں قربان کر دیں ان بہنوں کی عزت کا واسطہ دیتی ہے جنہوں نے اپنے بھائیوں کے زندگیوں اور اپنی عزت و عصمت کی قربانی تک دینے سے گریز نہ کیا اور ان والدین کی قربانیوں کو یاد دلاتی ہے جنہوں نے اپنے مادرِ وطن کی خاطر اپنے جگر گوشوں کو قربان کر دیا۔ گرد آفرید کیمطابق بہرام کو ملک کی حالت جو دشمنوں کے ہاتھوں ہو چکی ہے دیکھ کر اور اپنے ردعمل اور بے حسی کو دیکھ کر ڈوب مرنا چاہیے مگر وہ اپنے بے غیرتی کے باعث جہنم کے داروغہ کی طرح مسکرا رہا ہے۔

(ب) ''مسلمانوں نے ہمیشہ رواداری۔۔۔۔۔حاصل نہ ہو سکی۔''

جواب:

سبق کا نام: نظریہ پاکستان

مصنف کا نام: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، پی ایچ ڈی ، ایف اے اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ، ایم ایس سی ، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

تشریح:

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب اپنے مضمون نظریہ پاکستان میں لکھتے ہیں کہ رواداری ہمیشہ مسلمانوں کا شیوہ رہا ہے اس کے برعکس کافر اپنا غلبہ چاہتے ہیں ایسی صورت میں مسلمان اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے میں اکبر بادشاہ کی غلط پالیسی سے ہندوؤں کا عمل دخل بڑھ گیا اور مسلمانوں کی دینی آزادی بھی ختم ہوگئی۔ لہٰذا مجدد الف ثانی اسلام کے لیے سینہ سپر ہوئے اور جہانگیر کے زمانے میں محض دین کی خاطر قید و بند کی سختیاں جھیلیں اور اسلامی قدروں کو نئے سرے سے فروغ دیا ان کے اثر سے شاہ جہاں اور اس کے بعد اس کا بیٹا اورنگ زیب دین کا خادم بنا، لیکن اورنگ زیب کے بعد ہی اس کے بیٹوں کے باہمی نفاق اور کمزوری سے مغلیہ سطنت کا زوال شروع ہوا اور انگریز ہندوستان پر قابض ہو گئے لیکن ایسے حالات میں بھی دین کی سربلندی کا کام اور کوشش جاری رہی۔ سلطان حیدر علی کے بیٹے ٹیپو سلطان نے بیک وقت انگریزوں اور ہندوؤں کا مقابلہ کیا۔ اس نے افغانستان، ترکی اور فرانس کو ساتھ ملانے کی کوشش کی مگر دوسرے سرداروں نے ساتھ نہ دیا اور ناکامی ہوگئی۔

کاشان اکیڈمی

سوال نمبر 2: مندرجہ ذیل سوالات کے جواب دیں۔

(الف) تہذیبی روایات سے کیا مراد ہے؟

0334-5504551

جواب:

روایات ہر قوم اور ہر ملک کی زندگی کے ہر شعبے میں وقت کے ساتھ ساتھ صورت پذیر ہوتی رہتی ہے۔ انسانی زندگی میں کچھ ایسے طور طریقے، کچھ ایسی قدریں، کچھ ایسے تصوارات، جن پر سب لوگ بنیادی طور پر متفق ہوں اور افراد جن کو اپنا آدرش یا آئیڈیل مان لیں وہ روایات کہلاتی ہیں۔ تہذیب اور کلچر ان کے مجموعہ کا نام ہے اور یہ سب کسی قوم کے جغرافیائی حالات، افتادِ طبع، ذہنی رجحان اور اس پر پڑے ہوئے مختلف النوع ذہنی و جذباتی اثرات کے نتیجے میں تشکیل پاتے ہیں، بات یہ ہے کہ ہر قوم کی بڑائی اور برتری اس کی روایات پر منحصر ہوتی ہیں۔ اس کی ذہنی فکری، جذباتی اور تہذیبی بلندی کو اسی پیمانے سے ناپا جاتا ہے۔ وہ تہذیب اور کلچر کا نچوڑ ہوتی ہیں۔

Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

(ب) مکمل ادب سے کیا مراد ہے؟

جواب:

مکمل ادب روحانی کشادگی اور راحت کا ضامن ہے اور یاس و اندوہ اس کیلئے لازمی شرط نہیں۔ مکمل ادب صرف جذبہ غم کا ہی نہیں بلکہ ہر جذبے کا ترجمان ہے۔

(ج) نظریہ پاکستان کا کیا مطلب ہے؟

جواب:

مسلمانوں کی قومیت ایک نظریاتی قومیت ہے جو لا الہ الا اللہ پر قائم ہے۔

(د) کانگریس کا قیام کب عمل میں آیا اور اس کے مقاصد کیا تھے؟

جواب: ۱۸۸۵ء میں ہندوؤں نے کانگریس کی بنیاد ڈالی اور ظاہر یہ کیا کہ وہ ملک کی تمام قوموں کو ان کے حقوق دلوائیں گے لیکن بعد میں پتا چلا کہ وہ صرف اپنے حقوق کا تحفظ چاہتے ہیں انھوں نے مسلمانوں کو ان کے کاروبار سے بھی محروم کرنے کی کوشش کی اور وہ سرکاری ملازمتوں پر بھی قابض ہوگئے نیز انھوں نے مسلمانوں کی مشترکہ زبان اردو کے مقابلے میں ہندی کو قائم کر دیا۔

میٹرک، ایف اے سے آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، ایم اے، ایم ایس سی، ایم ایڈ، ایم فل، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

سوال نمبر 3: جمیل الدین عالی کے سفرنامے ''ایک رات'' کا خلاصہ اپنے الفاظ میں تحریر کریں؟

جواب:

خلاصہ:

سفر نامہ نگار دہلی کے ہوائی اڈے پر خوف اور عشق کی متضاد کیفیتوں سے دوچار ہوتا ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ اگرچہ میں سچا دِلی والا ہوں۔ پھر بھی دلی کی پاکستان مخالف سرگرمیوں کے باعث اس میں گھبراہٹ محسوس کرتا ہوں۔ انہوں نے دلی میں صرف ایک رات قیام کرنا ہے۔ کیونکہ اگلے روز انہیں روس کے عظیم مصنف طالسطائی کی برسی میں شرکت کیلئے ماسکو روانہ ہوتا ہے۔ اس میں ایک رات میں اپنے باپ دادا کے شہر اور اپنے بچپن کے مسکن کو دیکھنے کیلئے وہ ہوٹل سے پیدل ہی پرانی دلی کی طرف چل دیا۔ وہ اجمیری گیٹ میں اس کالج کے پاس گئے جہاں سے انہوں نے انٹر اور بی۔ اے کی تعلیم حاصل کی تھی۔ وہیں کھڑے کھڑے انہوں نے ماضی کی کئی یادیں تازہ کیں۔ پھر اچانک سفر نامہ نگار پر افسردگی کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور ماضی کی پردہ نشینی کو بے پردگی اور بچپن کی ڈولیوں کو کاروں، رکشوں میں بدلا دیکھ کر وہ خواہش کرتے ہیں کہ ''کاش میں ماسکو نہ جاتا''۔

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

اس کے بعد مصنف ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر سرخ اینٹوں والے لال قلعے میں پہنچے جو کبھی ہندوستان کے مسلمانوں کی ملکیت اور فن تعمیر کا نمونہ تھا۔ مگر اب وہاں بھارت کا قومی جھنڈا لہرا رہا تھا۔ وہ لال قلعے کے سامنے موجود جامع مسجد سے متعلق یادوں کو تازہ کرتے ہوئے اردو بازار جا پہنچتے ہیں جہاں کبھی اردو کا چرچا ہوتا تھا۔ پھر سفر نامہ نگار مغل بادشاہ ہمایوں کے مقبرے پر گئے اور یاد کیا کہ کیسے یہاں آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو گرفتار کیا گیا تھا۔ دلی سے قطع تعلق کر کے وہ واپس ہوٹل کے اس کمرے میں آتے ہیں جہاں انہوں نے ایک رات بسر کرنا تھی۔ کمرے میں انہوں نے پرانے شہر اور نئے وطن کا موازنہ کیا تو پاکستان انہیں ایک جنت کی طرح نظر آیا۔ پھر انہوں نے بے اختیار ہو کر ''پاکستان پائندہ آباد'' کا نعرہ لگایا۔

سوال نمبر 4: (الف) افسانہ، ڈرامہ اور ناول میں کیا فرق ہے؟ وضاحت کریں۔

جواب:

افسانہ:

افسانہ دور جدید کی پیداوار ہے۔ انگریزی کے پہلے افسانہ نگار ایڈ گر ایلینپ یو افسانے کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ افسانہ وہ مختصر کہانی ہے جو آدھ گھنٹہ یا دو گھنٹے کے اندر پڑھی جا سکے۔ افسانے کی نمایاں خوبی اختصار ہے۔ اس میں واقعات کی تفصیل اس قدر اختصار کے ساتھ دی جاتی ہے کہ پڑھنے والے کے ذہن پر اس کا گہرا تاثر مرتب ہوتا ہے۔

افسانے کی جامع تعریف یوں کر سکتے ہیں کہ افسانہ اس فرضی کہانی کو کہتے ہیں جو مختصر، دلچسپ اور واقعات کے مطابق ہو۔ یہ زندگی کے کسی ایک پہلو یا مسئلے کو اجاگر کرے جس کے کردار حقیقی زندگی سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس کا پلاٹ منظّم اور واقعات حقیقی ہوں اور ایک نشست میں پڑھا جا سکے۔

ڈرامہ: ڈرامہ یونانی لفظ ''ڈراؤ'' سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں ''عمل کر کے دکھانا'' چنانچہ ڈرامہ کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے کہ ڈرامہ زندگی کی عملی تصویر ہے۔ زندگی کا کوئی پہلو اس کا موضوع بن سکتا ہے۔ اس میں دیگر اصناف کی طرح محض الفاظ ہی کافی نہیں ہوتے بلکہ اس میں الفاظ کے ساتھ ساتھ عمل کے ذریعے سب کچھ دکھایا جاتا ہے۔ گویا ڈرامہ الفاظ اور عمل دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک، ایف اے سے آئی کام، بی اے سے بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی کی پی ڈی ایف اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں یہاں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز میں داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ناول: بقول ڈاکٹر حسرت ''ناول ایک ایسی فنکارانہ پیش کش ہے جس میں نفسیاتی اور فلسفیاتی تجربے کے ساتھ مسائل زندگی اپنے حقیقی روپ میں سامنے آتے ہیں''۔ یہ ایک کیفیاتی فن ہے۔اس میں جذبات کی بجائے سکون واعتدال اور خارجی زندگی میں ڈوب کر ابھرنے اور اس کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت بھی ضروری ہے۔

(ب) مندرجہ ذیل الفاظ اور تراکیب پر اعراب لگائیں اور ان کے معانی لکھیں؟

جواب:

الفاظ	اعراب	معانی
طویل القامت	طَوِیْلُ الْقَامَت	لمبے قد والا
دیوان خانہ	دِیْوَانْ خَانَہ	کمرہ ملاقات
بالعکس	بِالْعَکَس	برعکس
فروکش	فَرُوْکَش	رکنا، اترنا
تعمق	تَعَمُّق	گہرائی

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

سوال نمبر 5: مختصر جواب دیں؟

ا۔ ''آنگن'' کا مرکزی خیال کیا ہے؟

جواب:

خدیجہ مستور کے ناول

''آنگن'' کا مرکزی خیال تقسیم ہند کے نتیجے میں مسلمانوں کی ذہنی وجسمانی حالت اور اس کے نتیجے میں ابھرنے والی فکری کش مکش اور الجھنوں کی تصویر کشی ہے ناول نگار نے آنگن میں جس دور کی ترجمانی کی ہے اس پر سیاست کے گہرے سائے ہیں اور اس دور کے تمام سیاسی وسماجی رجحانات اس ناول میں آ گئے ہیں۔

۲۔ دھتیاراج اور چٹیاراج کا کیا مطلب ہے؟

جواب: دھتیاراج: ہندوؤں کی حکومت **چٹیاراج:** ہندوراج

۳۔ کالی داس کے ڈرامے کا نام کیا ہے؟

جواب: کالی داس کے ڈرامے کا نام شکنتلا ہے۔

۴۔ تحریکِ خلافت کے دو رہنماؤں کے نام لکھیں؟

جواب: مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی جوہر

۵۔ علامہ اقبال نے خطبہ الہ آباد کس سال دیا؟

جواب: 1930۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، اے ڈی، الف اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں یا ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی اقرادی، امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

۶۔ ''معرضِ وجود'' کو اپنے جملے میں استعمال کریں تاکہ اس کا معنی ومفہوم واضح ہو جائے؟

جواب: پاکستان 14 اگست 1947 کو معرضِ وجود میں آیا۔

۷۔ ''فسانۂ آزاد'' کس ناول کا عنوان ہے؟

جواب: داستان امیر حمزہ۔

سوال نمبر 6: محسن کاکوروی کی نعت کی تشریح اپنے الفاظ میں تحریر کریں؟

جواب:

شعر نمبر 1:

سخن کو رتبہ ملا ہے مری زباں کے لیے
زباں ملی ہے مجھے نعت کے بیاں کے لیے

کاشان اکیڈمی

تشریح:

محسن کاکوروی فرماتے ہیں کہ یہ جو شاعری کو ایک بلند مرتبہ عطا ہوا ہے تو یہ صرف میری زبان کی وجہ سے ہے اللہ تعالیٰ نے زبان اس لیے دی ہے تاکہ میں اپنے پیارے نبی کریم ﷺ کی تعریف وثنا میں نعتیں کہہ سکوں۔ یہ زبان مجھے صرف نعتیہ شاعری کے لیے ملی ہے اگر یہ نہ ہوئی تو شاعری کو بلند درجہ ومرتبہ بھی حاصل نہ ہوتا۔

0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

شعر نمبر 2:

ترے زمانے کے باعث زمیں کی رونق
ملا زمین کو رتبہ ترے زماں کے لیے

تشریح:

شاعر نبی کریم ﷺ سے عرض کرتا ہے کہ یہ زمین، اس کی چہل، پہل زندگی اور رونقیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے عہد مبارک کے لیے پیدا کی ہیں اور زمین کو ایک اعلیٰ و بلند مقام اس لیے ملا ہے تاکہ آپ ﷺ کا مبارک زمانہ اس پر گزرے۔ مراد یہ ہے کہ کائنات، زمین اور اس کی رونقیں صرف اس لیے پیدا کی گئی ہیں کہ اللہ نے زمین پر حضور ﷺ کو پیدا کرنا تھا تاکہ آپ آخرالزماں پیغمبر کی حیثیت سے آئیں اور اللہ کی وحدانیت کا پیغام سنائیں۔ آپ کی تشریف آوری کی وجہ سے ہی زمین کا رتبہ بلند ہوا ہے۔

شعر نمبر 3:

ازل میں چن لیے خالق نے رنگ رنگ درود
بجائے لعل و گہر تیرے ارمغان کے لیے

تشریح:

شاعر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی تخلیق کے آغاز ہی میں آپ ﷺ کو تحفہ دینے کے لیے قیمتی لعل وجواہرات کا انتخاب نہیں کیا بلکہ آپ ﷺ کے لیے ایسی چیزیں چنی ہیں جو رہتی دنیا تک رہیں گی جو محبت وعقیدت کے اظہار کے بہترین تحفے ہیں اور وہ ہیں درود کے تحفے اللہ تعالیٰ اور مسلمان ہمیشہ ہمیشہ آپ ﷺ پر سلام ودرود بھیجتے رہیں گے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام، بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی کی پی ڈی ایف اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

شعر نمبر 4: کمال اپنا دیا تیرے بدر عارض کو
کلام اپنا اتار اتری زباں کے لیے

تشریح:

شاعر کہتا ہے کہ اے نبی کریم ﷺ! اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا کمال دکھایا اور آپ ﷺ کے رخساروں کو چودھویں کے چاند سے بھی زیادہ روشن بنایا ہے ہمیشہ اس روشن چہرے کی تعریف و توصیف ہوتی رہے گی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک آپ ﷺ پر نازل کیا تا کہ وہ آپ کی زبان مبارک سے ادا ہو اور وہ آپ کی زبان سے دنیا تک پہنچے اور بنی نوع انسان کو ہدایت نصیب ہو۔

شعر نمبر 5:

ازل میں جب ہوئیں تقسیم نعمتیں محسن
کلامِ نعتیہ رکھا مری زباں کے لیے

کاشان اکیڈمی

تشریح:

نعت کے مقطع میں محسن کاکوروی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے آغاز میں اپنی نعمتیں اپنی مخلوق میں تقسیم کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنی نعمت کے طور پر میرے حصے میں نعت گوئی رکھ دی تھی، تا کہ حضرت محمدؐ کی تعریف و توصیف بیان کرسکوں۔ میرے لیے اس نعمت عظمیٰ سے بڑی کوئی اور نعمت نہیں ہوسکتی۔ یہی میرا مقدر ہے اور اس سے اچھی تقدیر کیا ہوگی کہ جس میں اتنی بڑی سعادت رکھ دی گئی ہو۔

0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

سوال نمبر 7: میر تقی میر کے کلام کی خصوصیات پر جامع نوٹ لکھیں؟

جواب:

میر کے کلام کی اہم خصوصیات:

میر کے ہاں غمِ دوراں اور جاناں کا حسین امتزاج بھی پایا جاتا ہے اور تصوف کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں۔ مجموعی طور پر ان کا غم وہ صورت اختیار کر جاتا ہے کہ بقولِ مولوی عبدالحق ''ان کا ہر شعر ایک آنسو ہے اور ہر مصرعہ خون کی ایک بوند'' لیکن یہ شدت غم مایوسی کی صورت اختیار نہیں کرتی، بلکہ ایک حوصلہ مند انسان کا روپ دھار لیتی ہے، جو حادثات کا بھرپور طریقے سے مقابلہ کرتا ہے۔

غمِ دوراں:

میر کا عہد بنیادی طور پر فساد اور جنگ آرائی کا دور تھا۔ محمد شاہ کے عہد میں سلطنتِ مغلیہ امراء کی سازشوں کا شکار ہو کر تباہی کے دہانے کی جانب بڑھ رہی تھی۔ محمد شاہ اسے سنبھالا دینے کی بجائے عیش و عشرت میں مست رہا۔ سکھوں، مرہٹوں اور جاٹوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور قتل و غارت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ نادر شاہ درانی نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ غالم قادر روہیلہ نے احمد شاہ کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا دیں۔ شاہ عالم ثانی میں دور میں مرہٹوں، سکھوں اور انگریزوں نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی میر بھی دیگر افراد کی طرح ان حالات سے دوچار رہے اور بحیثیت شاعر ان کا زیادہ اثر لیا۔ اس بحران نے ہر شخص کو بے اطمینانی سے دوچار کر دی یہی میر کا اجتماعی غم بھی ہے اور ذاتی غم بھی، کیوں کہ میر انفرادی طور پر بھی حالات کی بنا پر کش مکش کا شکار رہے۔

غمِ جاناں:

میر ہے ہاں وارداتِ عشق اور کیفیات عشق کا بیان ہے اور ایسا انداز ان کے ہاں پایا جاتا ہے، جو انھیں حقیقی عاشق ثابت کرتا ہے۔ ناکامِ محبت کے واقعے نے ان کے گم کو درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ یہ غم انھیں تکلیف سے بھی دوچار کرتا ہے اور لذت سے سے ہم کنار بھی۔

دیکھ تو دل کہ جاں سے اٹھتا ہے   یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام، بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی الف اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

تصوف: میر کا بچپن اگرچہ صوفیانہ ماحول میں گزرا،لیکن وہ خود کو تصوف سے زیادہ ہم آہنگ نہ کر پائے ،البتہ تصوف کے حوالے سے ان کے ہاں صبر وقناعت،خودداری، بے اختیاری اور فنا کا گہرا احساس پایا جاتا ہے۔صوفیانہ خیالات کے باعث ان کے ہاں وحدت الشھو د کا نظریہ پایا جاتا ہے۔ تصوف کے دیگر نظریات کے تحت وہ مسئلہ جبر کے قائل ہیں۔ان کے نزدیک انسان بے اختیار ہے۔اگر کوشش کرے بھی تو حالات وواقعات کو بدلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔تصوف کے ان عناصر کی جھلک کبھی ان کی زندگی میں دکھائی دیتی ہے اور کبھی نہیں دیتی۔

اندازِ بیاں: بنیادی طور پر میر کے کلام میں سادگی اور بے تکلفی پائی جاتی ہے۔گفتگو کی سی روانی کا احساس ان کے کلام میں قدم قدم پر ہوتا ہے۔ مناظرِ قدرت کی تصویر کشی بھی ان کے ہاں خوب ہے اور محبوب کی سراپا نگاری بھی۔ان کے کلام کو معنی آفرینی سے ہم کنار کرنے والا اہم عنصر موسیقیت ہے۔وہ موضوعات اور کیفیات کے مطابق بحروں کا استعمال کرتے ہیں۔علاوہ ازیں فرسودہ مضامین کو انھوں نے جدت ادا سے پیش کیا ہے۔

اپنے دور کی عکاسی: میر کا عہد انتہائی پر آشوب تھا۔مغلیہ سلطنت زوال پذیر تھی۔نادر شاہ درانی کے حملے نے دہلی کی رہی سہی طاقت کو ختم کر دیا تھا۔سیاسی بدحالی اپنے عروج پر تھی ؛تمام اخلاقی اقدار مٹ رہی تھیں ؛ہر طرف افراتفری اور نفسا نفسی کا عالم تھا۔میر کے کلام میں اپنے عہد کے حالات و واقعات کی جاندار تصویریں ملتی ہیں۔مغلیہ خاندان کی تباہی اور اخلاقی اقدار کی پامالی کا ذکر میر نے بڑے دکھ بھرے انداز میں کیا ہے۔مغلیہ خاندان کے تاجداروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

کاشان اکیڈمی
0334-5504551

دلی میں آج بھیک بھی ملتی نہیں اُنھیں تھا کل تلک دماغ جنھیں تاج و تخت کا

Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

زبان وبیان کی سادگی:

میر کی غزلوں میں جذبات کی سادگی ،الفاظ میں سلاست اور صفائی اور بحرونی میں روانی پائی جاتی ہے اُن کی غزلیں خواہ طویل بحروں میں ہوں ،خواہ چھوٹی بحروں میں،اُن میں سادگی اور روانی ہر حال میں موجود ہوتی ہے۔اس سادگی نے ان کے شعروں میں ہمہ گیری پیدا کردی ہے۔وہ اپنے ہم عصروں کی طرح مشکل ترکیبیں اور مشکل تشبیہات واستعارات کا استعمال نہیں کرتے ، بلکہ اپنے جذبات واحساسات کو نہایت سہل اور آسان زبان مین بیان کردیتے ہیں،جس سے اشعار میں عام بول چال کا انداز پیدا ہوجاتا ہے۔میرؔ سنجیدہ افکار اور جذباتی سچائیوں کو اس طرح عام فہم زبان میں پیش کرتے ہیں کہ قاری کو سمجھنے میں کسی قسم کی دقت پیش نہیں آتی اور ڈاکٹر وحید کے بقول ’’خواص اِدب کو بھی ان کا لوہا ماننا پڑتا ہے‘‘۔اُن کی غزل پڑھ کر دل متاثر ہوتا ہے۔کچھ غم کی باتی، کچھ کہنے کا بھولا بھالا انداز، کچھ مشفقانہ سا لہجہ جس میں میاں اور صاحب کے کلمات بڑی مزہ دیتے ہیں۔میر کے اشعار کی سادگی اور سلاست کا اندزہ ان شعروں سے لگایا جاسکتا ہے۔

نازکی اُس کے لب کی کیا کھیے پنکھڑی اک گلاب کی سی ھے۔
کھلنا کم کم کلی نے سیکھاھے اُس کی آنکھوں کی نیم خوابی سے۔

سوال نمبر 8: داغ کی غزل کی تشریح کریں؟

جواب:

شعر نمبر 1:

دور ھی دور سے اقرا ھوا کرتے ھیں
کچھ اشارے سر دیوار ھوا کرتے ھیں

تشریح:

محبوب اقرار تو کرتا ہے لیکن مجھ سے دور ہی دور رہتا ہے داغ کو اگرچہ محبوب کی طرف سے یہ شکایت نہیں کہ وہ ان سے ملنے کے لیے وعدہ نہیں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

کرتا عہد و پیمان باندھنا تو ان کے محبوب کا مشغلہ ہے لیکن وہ عاشق کو اپنا وصال عطا نہیں کرتا وہ عاشق سے ملتا بھی ہے اس سے اشاروں کنایوں میں باتیں بھی کرتا ہے لیکن شکایت یہی ہے کہ محبوب فاصلوں کو ختم نہیں کرتا گویا نہ فاصلوں کو مٹائے نہ فیصلہ چاہیے۔

شعر نمبر 2:

وہ نہ مانیں گے مری، میں یہ نہ مانوں گا کبھی
حسب عادت یونہی انکار ہوا کرتے ہیں

تشریح:

محبوب میری نہیں مانتا، اپنی منوانے پر بضدر رہتا ہے اور میں اس کی بات نہیں مانتا۔ ہر روز ایک دوسرے کی بات پر ہم انکار کرتے رہتے ہیں میں یہ مانوں گا کبھی شعر میں ایہام کی کیفیت پیدا کر رہا ہے پہلا معنی تو یہ سمجھ آتا ہے کہ محبوب اور عاشق اپنی اپنی منوانے پر تلے ہوئے ہیں عاشق کہتا ہے کہ ناممکن ہے کہ وہ میری بات نہ مانے، منوانے اور نہ ماننے کی اس ضد میں ہر روز ہم ایک دوسرے کو انکار کرتے رہتے ہیں۔

کاشان اکیڈمی

شعر نمبر 3:

کوئی سنتا نہیں یہ پند و نصیحت ناصح
0334-5504551
آپ کیوں کھہ کے گنہ گار ہوا کرتے ہیں

Download Free Assignments from

تشریح:

اے ناصح! تمہاری یہ نصیحت آموز باتیں کسی پر اثر انداز ہونے والی نہیں جب کوئی تمہاری نصیحت مانتا ہی نہیں تو تم خود کو کیوں گنہگار کرتے ہو۔ لہٰذا یہ پند و نصیحت والا کام چھوڑ دو۔ ناصح محبوب کو نصیحت کر رہا ہے کہ وہ اپنے عاشقوں پر ظلم و ستم نہ کرے کہیں اسے خود ایسی صورتحال سے دوچار نہ ہونا پڑے لیکن محبوب پر یہ نصیحتیں ہرگز اثر نہیں کرتیں شاعر نے نہایت خوبصورت انداز میں محبوب کے لیے لفظ، کوئی استعمال کر کے اسے بھی رسوائی سے بچا لیا اور ناصح کو نصیحت آموز باتیں کرنے سے بھی منع کر دیا کیوں کہ اس بات کا علم ہے کہ محبوب وہی کرے گا جو اس کے دل میں آئے گا۔

Solvedassignmentsaiou.com

شعر نمبر 4:

میں برا اور طبیعت مری اچھی کیا خوب
منتخب کیوں مرے اشعار ہوا کرتے ہیں

تشریح:

محبوب نے عاشق کے لیے بڑی انوکھی بات کہی وہ یہ کہ تم اچھے نہیں ہو لیکن تمہارا مزاج اچھا ہے بہت خوب اگر میں برا ہوں تو کوئی اس سے پوچھے کہ اس کی محفلوں میں میرے ہی شعر کیوں پڑھے جاتے ہیں عاشق بھی حیراں ہے کہ محبوب کیا کہہ رہا ہے وہ اسے برا اور اس کی طبیعت کو اچھا کہہ کر اسے کون سے زمرے میں کھڑا کرنا چاہتا ہے اسی سے کہتا ہے کہ اگر میں اچھا ہوں تو ٹھیک لیکن اگر برا ہوں تو بتاؤ تمہاری محفل میں تمہاری زبان پر میرے اشعار کیوں رہتے ہیں۔

شعر نمبر 5:

داغ نے خط غلامی جو دیا فرمایا
ایسے ہی لوگ وفادار ہوا کرتے ہیں

تشریح: داغ نے محبوب کو تحریری طور پر یہ لکھ دیا کہ میں تمہارا غلام ہوں تو اس پر اس نے مجھے شاباش دی اور کہا کہ ایسے ہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں محبو

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل، پی ایچ ڈی، الغرض اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں یا ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ب کو ظلم وستم ڈھانے کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ چاہیے اور پھر یہ بھی کہ عاشق آگے سے چون چرانہ کرے محبوب ہر طرح سے تسلی کرنا چاہتا ہے اور اصرار کر کے لکھوا لیتا ہے کہ تم بے دام غلام بنے رہو گے جب یہ تحریر ہاتھ آ جاتی ہے تو فتح مندی کا احساس کے ساتھ داغ سے کہتا ہے کہ شاباش تم جیسے فرماں بردار لوگ ہی کامیاب وکامران ہوتے ہیں۔

سوال نمبر 9: نظیر اکبر آبادی کی نظم ''انجام'' کا خلاصہ لکھیں؟

جواب:

انجام کا خلاصہ: نظیر اکبر آلہ آبادی کی شاعری کا ایک اہم موضوع دنیا کی بے ثباتی ہے۔نظم انجام میں اسی طرف اشارہ ہے۔نظیر اکبر آلہ آبادی انسان کو موت کے آنے کا احساس دلا رہے ہیں کہ انسان کہ یہ فطرت ہے کہ وہ دنیا میں جب آیا تو آنے کے بعد اپنی زندگی کے مقصد کو بھول گیا۔وہ جوانی اور اوائل عمر دنیائے رنگ و بو میں کھیلتے گزار دیتا ہے اور جب بڑھاپا آ جاتا ہے تو کمزور ہو جاتا ہے اور عیش وعشرت کی قوت باقی نہیں رہتی تو اسے موت یاد آتی ہے اور وہ یادِ خدا میں مصروف ہو جاتا ہے۔لیکن بہت سے لوگ بڑھاپے میں بھی خوابِ غفلت سے بیدار نہیں ہوتے۔اور دنیا کے دھندوں میں کھوئے رہتے ہیں۔انسان جب تک جیتا ہے۔اس کی خواہش ہوتی ہے اچھے سے اچھا پہنے اور اچھے سے اچھا کھائے۔آرام وعیش سے زندگی بسر کرے۔

کاشان اکیڈمی
0334-5504551

یہ سب ذات کی چاہتیں ہیں اور اپنی مہمان داری اور رسوا ہے۔نظیر اکبر آلہ آبادی اس نظم میں مکانات عمل کا اصول بیان کر رہے ہیں اور فطرت کے اس اصول کو ذہن نشین کرانے کی کوشش کر رہے ہیں جیسی کرنے ویسی بھرنی۔اس دنیا کی نیکی آخرت کیلئے زادِ راہ بن جاتی ہے۔اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ اس بات کا احساس کرے زندگی کا سفر ختم ہو رہا ہے اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ رختِ سفر باندھے اور نئے سفر کیلئے عزمِ سفر تازہ کرے۔اب تو کچھ خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔جس طرح تمہارا باپ تمہیں روتے ہوئے چھوڑ کر چل بسا تھا اسی طرح اب تمہارا چل چلاؤ ہے۔تم نے دنیا کا بہت مال کما لیا اے غافل انسان! اب کچھ آخرت کے زادِراہ کی فکر کرو کچھ صدقہ وخیرات کرو اب تو خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور آخرت کی منزل کی طرف چلنے کی تیاری کر لو۔

Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

سوال نمبر 10: تشبیہ اور استعارہ کی تعریف کریں،ان کے ارکان کی وضاحت کریں اور مثالیں بھی دیں؟

جواب:

تشبیہ: کسی چیز کو اس کی کسی ایک یا چند مشترک خوبیوں یا خامیوں کی بناء پر دوسری چیز کی مانند قرار دینا تشبیہ کہلاتا ہے۔

☆ حماد خوب صورت ہے۔

☆ حماد چاند کی طرح خوب صورت ہے۔

ان میں پہلے سے دوسرا جملہ خوب صورتی کی ،زیادہ وضاحت کرتا ہے،جب کہ تیسرا جملہ ایک واضح تصور دیتا ہے۔حماد کو چاند سے تشبیہ دے کر بات کو زیادہ مؤثر بنایا گیا ہے۔

ارکانِ تشبیہ: حماد چاند طرح خوب صورت ہے۔........اس جملے کا تجزیہ کرنے سے چند چیزیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ حماد........جسے چاند سے تشبیہ دی گئی ہے۔........اسے مشبہ کہتے ہیں۔

۲۔ چاند........جس سے تشبیہ دی گئی ہے۔............اسے مشبہ بہ کہتے ہیں۔ (مشبہ اور مشبہ بہ کو طرفینِ تشبیہ بھی کہتے ہیں۔)

۳۔ وہ خوبی جو دونوں میں مشترک ہے،یعنی خوبصورتی.......اسے وجہِ تشبیہ یا وجہِ شبہ کہتے ہیں۔

۴۔ 'طرح' ایسا لفظ ہے،جسے حرفِ تشبیہ کہتے ہیں۔

۵۔ حماد کو چاند کی طرح کہنے کا مقصد خوبصورتی کی وضاحت کرنا ہے.......اسے غرضِ تشبیہ کہتے ہیں۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک ،ایف اے،آئی کام ،بی اے،بی کام ،بی ایڈ،بی ایس ،ایم اے،ایم ایڈ،ایم ایس سی کی پی ڈی ایف اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے،ایم ایس سی،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

(غرضِ تشبیہ کا ذکر عام طور پر تشبیہ میں موجود نہیں ہوتا، اس لیے عام طور پر اسے رکنِ تشبیہ شمار نہیں کیا جاتا۔)

مثالیں:

ا۔ قاسم فرشتوں کی مانند معصوم ہے۔

۲۔ ؎ جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے، اُدھر نکلے؛ اُدھر ڈوبے، اِدھر نکلے

مشبہ	مشبہ بہ	حرفِ تشبیہ	وجہِ شبہ
قاسم	فرشتے	مانند	معصومیت
اہلِ ایماں	خورشید	صورت	طلوع وغروب

استعارہ: استعارہ کے لفظی معنی ادھار لینے کے ہیں۔ جب ہم کسی لفظ کو حقیقی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال کریں کہ حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق موجود ہو تو اسے استعارہ کہا جاتا ہے۔ مثلاً عمر شیر ہے، علم نور ہے۔ ان میں عمر کو شیر اور علم کو نور کہہ کر ان کی خصوصیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں شیر اور نور کے الفاظ مستعار لیے گئے ہیں۔

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

مثلاً آج میرا چاند جلد آ گیا۔
علم نور ہے۔

ارکانِ استعارہ:

ا۔ مستعار لہ: استعارے میں جس کیلئے کوئی لفظ مستعار لیا جائے، اسے مستعار لہ کہتے ہیں۔ مثلاً پہلے جملے میں بچے کیلئے چاند کا لفظ مستعار لیا ہے اور دوسرے جملے میں علم کیلئے نور کا لفظ............ بچہ اور علم مستعار لہ ہیں۔

۲۔ مستعار منہ: جو لفظ ادھار لیا جائے۔ پہلے اور دوسرے جملے میں چاند اور نور بالترتیب مستعار منہ ہیں۔
(مستعار لہ اور مستعار منہ کو طرفین استعارہ کہا جاتا ہے۔)

۳۔ وجہ جامع: استعارے میں کوئی لفظ کیوں مستعار لیا جاتا ہے۔ پہلے جملے میں خوب صورتی وجہ جامع ہے اور دوسرے میں اندھیرا دور کرنا (علم جہالت کی تاریکی دور کرتا ہے)، وجہ جامع ہے۔ وہ خصوصیت یا خوبی یا صفت جس کی وجہ سے لفظ مستعار لیا جاتا ہے، وجہ جامع کہلاتی ہے۔

مثالیں:

ا۔ کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے۔

۲۔ پلکوں پہ مچل رہے ہیں انجم۔

	مستعار لہ	مستعار منہ	وجہ جامع
ا۔	بہادر انسان	شیر	بہادری
۲۔	آنسو	انجم	چمک دمک

بہار 2015ء

سوال نمبر 1-1 (الف) مختصر جواب دیں۔ (10)

(i) سرسید کب اور کہاں پیدا ہوئے؟ **جواب:** 1817ء کو دہلی میں۔

(ii) تہذیب الاخلاق کس نے جاری کیا؟ **جواب:** سرسید احمد خان نے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام، بی ایڈ، بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس۔ گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

(iii) خطبات احمدیہ میں کس انگریز مصنف کی کتاب کا جواب دیا گیا؟ جواب: ولیم میور کی کتاب "لائف آف محمدؐ" کے جواب میں

(iv) فی نفسہ کا کیا مطلب ہے؟ جواب: اپنے آپ میں۔

(v) الہام کو اپنے جملے میں اس طرح استعمال کریں کہ اس کا مفہوم واضح ہو جائے۔ جواب: رسول اللہ ﷺ نے الہام خداوندی کو تمام اہل عرب تک بخوبی پہنچایا۔

(ب) مکمل ادب سے کیا مراد ہے؟ نیز یہ بھی لکھیں کہ ادب میں جذبے کی اہمیت کس حد تک ہوتی ہے؟ (5)

جواب: مکمل ادب: مصنف کے خیال میں صحیح اور مکمل ادب روحانی کشادگی اور راحت کا ضامن ہوتا ہے۔ محض غموں ہی کو شاعری سمجھنا درست نہیں ہے۔ ایسے شعراء معاشرے کی خدمت نہیں کر رہے، بلکہ لوگوں کو اذیت پسند بنا رہے ہیں۔ مکمل ادب روحانی کشادگی اور راحت کا ضامن ہے اور یاس و اندوہ اس کیلئے لازمی شرائط نہیں مکمل ادب صرف جذبہ غم کا ہی نہیں بلکہ ہر جذبے کا ترجمان ہے۔ ادب کی روشنی اور چاشنی سے ہی زندگی میں تہذیب کا عنصر نمایاں ہوتا ہے ادب بنا تخلیق اور معاشرے بشمول قومیت جہلا کی آبادی بن جاتی ہے اور بے ادبی کی تبدیلی ادب کی مکمل تقویت اور تقلید سے حاصل ہوتی ہے۔ اعلیٰ ادب غم کے ساتھ ساتھ دیگر جذبات کو بھی اہمیت دیتا ہے تاکہ توازن برقرار رہے۔

(ج) نظریہ قومیت سے کیا مراد ہے؟ (5)

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

جواب: نظریہ قومیت: دنیا میں قومیت کی تشکیل کی دو بنیادیں ہیں۔ ایک وہ جو مغربی مفکرین نے قائم کی ہے۔ اور دوسری وہ جو رسول مقبولؐ کی قائم کی ہوئی ہے۔ اہل مغرب نے خاندانی، نسلی اور قبائلی بنیادوں میں ذرا وسعت پیدا کر کے قومیت کی بنیادیں جغرافیائی حدود پر استوار کیں۔ اور کہا کہ قوم وطن سے بنتی ہے۔ اس نظریے کی وجہ سے دنیا کے انسانوں کے درمیان تباہی کا جو دروازہ کھلا وہ دو عالمی جنگوں کے ہونے سے بخوبی ظاہر ہے۔ یہ وطنی قومیت ہی کی بنیاد پر لڑی گئی تھیں۔ اور یہ وطنی قومیت جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو تحفظ دینے میں تو بالکل ہی ناکام تھی۔ کیوں کہ جنوبی ایشیا کے مسلمان اس نظریے کے تحت ایک مجبور اقلیت بن جاتے۔

قومیت کی دوسری بنیاد وہ ہے۔ جو رسولؐ نے ملت اسلامیہ کی تشکیل کرتے وقت قائم فرمائی اور جو مغرب کے تصور قومیت سے جدا ہے جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے بھی فرمایا ہے۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

مسلمانوں کی قومیت: مسلمانوں کی قومیت ایک نظریاتی قومیت ہے جا لا الہ الا اللہ پر قائم ہے یعنی یہ کہ نسل، رنگ اور وطن کی بنیاد پر نہیں۔ بلکہ ایک نظریے ایک عقیدے ایک کلمے کی بنیاد پر وجود پر آئی ہے۔ اور اس نظریاتی پہلو کو نمایاں کرنے کے لیے اسے ملت کہا گیا ہے۔ ایسے نظریاتی قومیت میں ہر رنگ، ہر نسل اور ہر جغرافیائی خطے کے لوگوں کے لیے جگہ ہوتی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو جن میں ہر نسل رنگ اور مختلف جغرافیائی خطوں کے لوگ شامل تھے۔ ایک ایسی قوم کے ماتحت اقلیت بن کر رہنا منظور نہ تھا، جو اسلامی قومیت کے برعکس ذات پات، چھوت چھات اور بت پرستی کے بندھنوں میں جکڑی ہوئی تھی۔ چنانچہ انھوں نے ایسی جداگانہ قومیت، یعنی اسلامی قومیت کی بنیاد پر اپنے لیے ایک جدا وطن کا مطالبہ کیا، جس میں وہ اپنے عقیدے، اپنے نظریہ زندگی اپنے طرز معاشرت کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ اور ایک مسلمان کی حیثیت سے دور جدید کے چیلنج کا مقابلہ کر کے اپنے مستقبل کو سنوار سکیں۔

سوال نمبر 12: نظریہ پاکستان کا خلاصہ اپنے الفاظ میں تحریر کریں۔ (20)

جواب: نظریہ پاکستان (خلاصہ): اس مضمون میں مصنف نے نظریہ پاکستان کا پس منظر واضح کیا ہے برصغیر پاک و ہند میں مغل بادشاہ اکبر کا دور اسلام کیلئے نہایت مشکل دور تھا جبکہ اکبر کی بے جا رواداری اور ملکی معاملات میں ہندوؤں کے بے جا عمل دخل کی وجہ سے کفر والحاد نے غلبہ حاصل کرنا چاہا اور اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی مذموم کوششیں کی گئیں اس دور میں اسلام کی سربلندی کیلئے حضرت مجدد الف ثانی اٹھ کھڑے ہوئے ان کی مثال جدوجہد کا یہ اثر ہوا کہ اکبر کے بعد جہانگیر شاہجہان اور آخر میں اورنگ زیب کے عہد میں احیائے اسلام کیلئے گراں قدر کام ہوا لیکن اورنگ زیب کے بعد اسکے نااہل جانشین مغلیہ سلطنت کو قائم نہ رکھ سکے اور ہندوستان کے مختلف علاقے یکے بعد دیگرے انگریزوں کی غلامی میں آتے چلے گئے میسور کے سلطان حیدر علی اور اس کے بیٹے سلطان ٹیپو نے انگریزی سیلاب کو روکنے کی دلیرانہ کوششیں کیں لیکن اپنوں کی غداری کی وجہ سے ناکام رہے۔

مسلمانوں کی دوبارہ پیش قدمی: 1857ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں نے پھر سے اپنے قدم جمانے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہے اب مسلمانوں کیلئے ایک دور ابتداء شروع ہوا جس میں سرسید نے انگریزوں سے مفاہمت کی کوششیں کیں اور مسلمان قوم کی تعلیمی اور اخلاقی اصلاح پر توجہ دی۔ ہندوؤں نے 1885ء میں کانگرس قائم کی تو سرسید مرحوم نے مسلمانوں کو اس میں شمولیت سے سختی سے روکا یہ گویا برصغیر میں ایک علیحدہ مسلم تشخص کا نقطہ آغاز تھا۔ 1906ء میں مسلمانوں نے بھی اپنی علیحدہ جماعت مسلم لیگ قائم کر لی اس کے بعد برصغیر میں ہندوؤں نے شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں شروع کیں ان دو قوموں کی یہ آویزش ہر گزرتے دن کے ساتھ تیز ہوتی گئیں یہاں تک کہ 1930ء میں خطبہ الہٰ آباد میں علامہ اقبال نے ایک آزاد اسلامی ریاست کا تصور پیش کیا اس کے بعد قائداعظم کی ولولہ انگیز قیادت نے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کر دیا۔ 23 مارچ 1940ء کو لاہور میں قرارداد پاکستان کی منظوری سے منزل اور بھی قریب آ گئی انگریزوں اور ہندوؤں کی چالبازیوں کے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز والوں سے لیکر کورز لری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے سے لیکر بی اے، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی تمام کلاسز کی ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

باوجود 14 اگست 1947ء کو مسلمانوں نے اپنی منزل مراد پالی۔ پاکستان ایک نظریے کی بنیاد پر قائم ہوا ہے جس کا مقصد پاکستان کو ایک اسلامی اور فلاحی ریاست بنانا ہے اگر ہم نے اس نظریے کو پیش نظر رکھا تو ہم انشاءاللہ اسلامی اصولوں کی روشنی میں بالآخر پاکستان کو مستحکم شاندار اور پر عظمت بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ہندوستان کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ یہاں پر مسلمانوں کے ساتھ سو سالوں پر محیط اقتدار کے باوجود لادینی تحریکیں وقتاً فوقتاً سر اٹھاتی رہی ہیں۔ مسلمانوں کی اقدار، روایات اور تہذیبی شناخت کو ختم کرنے کے لئے سازشوں کے جال بھی بچھائے جاتے رہے ہیں۔ لیکن جس قوم میں مجدد الف ثانی جیسے بزرگ موجود ہوں، وہاں اکبر جیسے بادشاہ، رواداری کے مظاہرے کے شوق میں لادینی افکار و خیالات کو فروغ دینے کی جرات نہیں کر سکتے۔ سلطان حیدر علی اور سلطان ٹیپو جیسے عظیم مسلمان سپہ سالار بھی سرزمین ہند نے پیدا کیے۔ مگر افسوس اپنوں کی غداری کے باعث ان کے مشن ناکام رہے۔ ورنہ انگریزوں کو یہاں پاؤں جمانا اس قدر آسان نہ ہوتا۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد سر سید احمد خان نے قوم کی ڈوبتی کشتی کو سہارا دیا اور مسلمانوں کو جدید تعلیم اور سیاسی شعور حاصل کرنے کی طرف راغب کرنے کا ایک بہت مشکل کام اپنے ذمے لیا اور اس پر بخوبی محنت کی اور مسلمانوں کو ایک نئی جہت اور سیاسی بصیرت دی۔ 1885ء میں کانگریس کا قیام عمل میں آیا۔ لیکن 1906ء میں مسلم لیگ کے قیام کے بعد گویا ہندوستان بھر کے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم مل گیا کہ جس کے ذریعے وہ اپنی آزادی کی تحریک کو مزید تیز کر سکتے تھے۔ نہرو رپورٹ ہو یا شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں، اب ہندوستان کے مسلمانوں کو آزادی کی راہ سے نہ ہٹا سکتی تھیں۔ یہاں تک کہ 1930ء میں خطبہ الہ آباد میں اقبال نے ایک آزاد اسلامی ریاست کے قیام کا اعلان فرمادیا۔ ادھر قائداعظم نے سیاسی جدوجہد کو مزید منظم اور فعال بنایا۔ اس کے نتیجے میں 23 مارچ 1940ء کو لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی۔ اس کے بعد آزادی کی تحریک نے ایسا زور پکڑا کہ ہندوؤں اور انگریزوں کی سازشوں اور چال بازیوں کے باوجود 14 اگست 1947ء کو پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ مسلمانان ہند نے سجدہ شکر ادا کیا، کیوں کہ وہ جانتے تھے۔ کہ یہ ایک ایسی سرزمین ہوگی کہ جس کا قانون اسلام کے آفاقی اصولوں پر مبنی ہوگا۔ اور جو قرآن وسنت کو دنیا و آخرت میں رہنمائی اور نجات کا آخری وسیلہ سمجھے گا۔

نظریہ پاکستان کا مقصد: نظریہ پاکستان کا مقصد پاکستان کو ایک اسلامی اور فلاحی مملکت بنانا ہے۔ ہمیں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہیے۔ جس کی وجہ سے خدا اور اسکے رسولؐ کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ ہمارا جینا اور مرنا پاکستان کے لیے ہونا چاہیے۔ قومی مفاد کے سامنے ذاتی مفاد کو دل سے نکال دینا چاہیے۔ ہر قسم کی گروہ بندی سے بالاتر ہو کر تمام پاکستانیوں کی فلاح و بہبود کی کوشش کرنا، نظریہ پاکستان کو فروغ دینا ہے۔ اگر ہم نے نظریہ پاکستان کو پیش نظر رکھا اور اپنی سیرت و کردار کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی۔ تو دنیا کی دوسری قوموں میں بھی ہمیں امتیاز حاصل ہوگا۔ اور اہم اسلامی اصولوں کی روشنی میں پاکستان کو توانا مستحکم، شاندار اور ایک عظیم ملک بنانے میں انشاءاللہ پوری طرح کامیاب ہو جائیں گے۔

0334-5504551
کاشان اکیڈمی
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

سوال نمبر 13: مندرجہ ذیل اقتباسات کی تشریح کریں۔ سبق کا عنوان اور مصنف کا نام بھی لکھیں۔ (10+10)

(الف) "لیمپ جل رہا تھا..........جلدی ذبح کر لینا۔ (مکمل اقتباس کے لیے دیکھیے کتاب کا: ص ۵۳)

(ب) "عالیہ نے کواڑوں کی اوٹ..........احساس ہو رہا تھا۔ (مکمل اقتباس کے لیے دیکھیے کتاب کا: ص ۶۷، ۶۸)

جواب: (الف) اقتباس: "لیمپ جل رہا تھا..........جلدی ذبح کر لینا"۔

سبق کا عنوان: فسانہ آزاد

مصنف کا نام: پنڈت رتن ناتھ سرشار

تشریح: مصنف اس فسانہ میں بھوت پریت کے متعلق بات کر رہا ہے اور بتاتا ہے کہ اس کو ایک صاحب ملے جنہوں نے ایک کہانی بیان کی اور بتایا کہ ایک رات اس نے کیا دیکھا کہ کمرے میں لیمپ جل رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کوئی شخص ہمارے اوپر آ کر بیٹھ گیا ہے اور میں نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دوں اور جب میں اس ارادے سے اٹھا تو میں خود ہی منہ کے بل گر گیا۔ یہ بات بتا کر وہ شخص کمرے سے ڈیرہ پر چلا گیا اور پادری صاحب اور ڈاکٹر صاحب سے بھی یہی واقعہ بیان کیا ۔انہوں نے اس کو بتایا کہ وہاں پر گندھک کی دھونی دے دو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا لیکن یہ طریقہ بھی خام خیالی ہی ثابت ہوا۔ اس مکان میں جو مہمان آئے تھے وہ رات کے وقت چارٹ پر شکار کھیلنے گئے چپڑاسی کوٹھی کے دروازے پر سو رہا تھا اندر لیمپ جل رہا تھا کہ ایک دم ایک صاحب نے آ کر چپڑاسی کو جگایا اور کہا کہ چائے لاؤ اور کوٹھی کا دروازہ کھول کر اندر چلے گئے اور اس چپڑاسی نے جا کر باورچی کو جگایا اس نے کہا معمولی چائے کا پیالہ تو میز پر رکھا ہے اور تازی چائے بنا کر لے گیا تو وہاں کوئی بھی نہ تھا جب صاحب شکار سے آئے اور ان سے معاملہ بیان کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ وہی صاحب مردہ جو شیطان ہو گئے ہیں انہی کی روح بھٹک کر یہاں گھوم رہی ہوگی۔ ایک اور بات جو مصنف نے اس فسانے میں بیان کی کہ مالک مکان ایک دفعہ ایک قریبی گاؤں شکار کی غرض سے گئے اور وہ گاؤں جو کہ اب اجڑ چکا تھا مصروالا کے نام سے مشہور تھا۔ صاحب نے ایک چوکیدار کو بھی اپنے ساتھ لیا تھا اور اس کو حکم دیا کہ فی الحال تم سو جاؤ لیکن جیسے ہی گولی چلنے کی آواز سنو شکار کو ذبح کرنے میں جلدی کرنا تا کہ شکار مر ہی نہ جائے۔

(ب) اقتباس: "عالیہ نے کواڑوں کی اوٹ..........احساس ہو رہا تھا۔

سبق کا عنوان: آنگن

مصنف کا نام: خدیجہ مستور

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے سے آئی کام، بی اے سے بی کام، بی ایڈ، ایم اے، ایم ایڈ ایم ایس سی کی پی ڈی ایف، ورڈ فائل کی صورت میں ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے کاشان اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

تشریح: عالیہ نے دروازے کی اوٹ سے باہر جھانک کر دیکھا تو اس کو بڑے چچا صاف ستھرے بستر پر پاؤں پھیلائے لیٹے نظر آئے اور ان کے پاس ہی چھوٹے چچا اسرار جو کہ کانگریس اور گاندھی کے بہت حامی تھے بیٹھے باتیں کرتے نظر آئے گھر کے صحن میں چبوترے کے پاس پیپل کے درخت کی اوٹ سے چاند بہت دلکش لگ رہا تھا۔ اسرار میاں آرام دہ کرسی پر بیٹھے بڑے چچا سے باتیں کرتے عالیہ کو نظر آئے تو اس کا جی چاہا کہ وہ بھی ان کے پاس جاکے بیٹھے انہیں قریب سے دیکھے ان کی باتیں سنے۔ دراصل عالیہ ان کی کیفیت کا اندازہ کرنا چاہتی تھی کہ جلوس گزرنے سے ان کے دل کی کیا حالت ہے اور زبان سے کیا نکل رہا ہے وہ ان کو جلتا اور کڑھتا ہوا دیکھ کر اس لیے خوش ہوتی تھی کہ وہ کانگریس کی ہمیشہ حمایت کرتے تھے اور پاکستان کے بننے کے مخالف تھے۔ عالیہ یہ سوچ رہی تھی کہ چچا کی کیفیت کا اندازہ کر لینے کے بعد وہ ان سے کہے گی کہ وہ ان سے بھی اس قدر ہی انسیت رکھتی ہے اور پیار کرتی ہے جتنا کہ بڑے چچا کو، اور ان کی وہ بہت عزت بھی کرتی ہے اور ان کی خدمت کا شرف حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اور وہ اپنی طرف سے چچا اسرار کا دل صاف کرنے کی پوری کوشش کرے گی کہ جو نفرت کے بیج کریمن بوا کی وجہ سے پھل پھول رہے ہیں ان میں کوئی حقیقت نہیں اور وہ انہیں یہ بھی باور کروانا چاہتی تھی کی ان سب باتوں میں کریمن بوا کا مکمل قصور نہیں دراصل وہ بہتری کا سوچتی ہیں لیکن ان کا انداز ہی ایسا ہے اس لیے ان کی باتوں کا برا نہ منایا جائے۔ عالیہ ابھی کھڑی یہ سوچ ہی رہی تھی کہ چچی نے اس کو آواز دی اور پان لانے کو کہا تو وہ ان کے پاس تخت پر آ کر بیٹھ گئی اور پان بنانے لگ گئی لیکن وہ اپنے دونوں چچا کے پاس چبوترے پر نہیں بیٹھ سکی تھی جس کی وجہ سے عالیہ اپنے آپ کو بہت بے بس اور لاچار محسوس کر رہی تھی۔

سوال نمبر 14: **(الف) ناول سے کیا مراد ہے؟ افسانے اور ناول میں کیا فرق ہوتا ہے؟** **(7)**

کاشان اکیڈمی

جواب: **ناول کا مفہوم اور معانی:** ناول انگریزی زبان کے لفظ ''ناولٹی'' سے نکلا ہے جس سے مراد انوکھا پن یا نیا پن ہے، لہٰذا ناول کے معنی کسی نئی یا انوکھی بات کے ہیں۔ اس میں مصنف اپنے نقطہ نظر کو مختلف حالات واقعات کے ایک دل چسپ ترتیب اور ادا سے کسی بیان قصے یا کہانی کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ جدید ترین ناول نگاری میں مختلف واقعات پر مبنی قصہ ناگزیر ہے ناول اپنی وسعت اور جدت کے اعتبار سے ایک انوکھی صنف کا نام بھی ہے اور ادب میں ایک نئی اختراع بھی ہے۔

03345504551

افسانے اور ناول کی تفصیلی تعریف: افسانہ اور ناول کے درمیان فرق جاننے کے لیے ہم ان کی تفصیلی تعریف کا جائزہ لیتے ہیں:

افسانہ: افسانہ جدید دور کی پیداوار ہے۔ انگریزی کے پہلے افسانہ نگار **''ایڈگرایلن''** افسانے کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ ''افسانہ'' وہ مختصر کہانی ہے جو آدھ گھنٹہ یا دو گھنٹے کے اندر پڑھی جا سکے۔ افسانے کی نمایاں خوبی اعجاز و اختصار ہے۔ اس میں واقعات کی تفصیل اس قدر اختصار کے ساتھ دی جاتی ہے کہ پڑھنے والے کے ذہن پر اس کا گہرا تاثر مرتب ہوتا ہے۔ افسانے کی جامع تعریف یوں کر سکتے ہیں کہ افسانے اس فرضی کہانی کو کہتے ہیں جو مختصر دلچسپ اور واقعات کے مطابق ہو۔ یہ زندگی کے کسی ایک پہلو کو اجاگر کرے، جس کے کردار حقیقی زندگی سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس کا پلاٹ منظّم اور واقعات حقیقی ہوں اور ایک نشست میں پڑھے جا سکیں۔

Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

ناول: ناول اس نثری کہانی کو کہا جاتا ہے جس کا موضوع اور کردار انسانی زندگی سے لیئے گئے ہوں۔ ناول کا ایک خاص پلاٹ ہوتا ہے۔ داستان کی طرح وہ یک جگہ سے شروع ہو کر ترتیب وار انداز تاریخی انداز میں آگے نہیں بڑھتا بلکہ پہلے کرداروں کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ انھیں کرداروں کی آپس کی کشمکش کہانی کو جنم دیتی ہے۔ اس کشمکش کو سلسلہ وار آگے بڑھایا جاتا ہے کرداروں کے اس ٹکراو سے الجھنیں پیدا ہوتی ہیں۔ ناول میں کہانی کا ایک آغاز ہوتا ہے۔ ایک نقطۂ عروج ہوتا ہے اور ایک انجام ہوتا ہے۔ ناول کی کہانی صرف ناول کے کرداروں کے گرد گھومتی ہے۔ ناول اپنے عہد کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

افسانے اور ناول میں فرق: افسانے اور ناول کی تفصیلی تعریف کے بعد ہمیں دونوں میں درج ذیل فرق واضح نظر آتے ہیں:

عام طور پر افسانے کو مختصر ناول کہا جاتا ہے۔ لیکن دراصل افسانہ خود اپنی ایک الگ تکنیک رکھتا ہے۔ یہ ناول کے مقابلے میں اختصار کے علاوہ منصوبے اور ڈھانچے میں بھی مختلف ہے۔ ناول زندگی کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتا ہے جبکہ افسانہ مختصر ہونے کی وجہ سے اتنی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس لئے افسانہ زندگی کے اضافی اور جدید تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتا۔ یہ صرف ایک پہلو کو اجاگر کر سکتا ہے یا کسی ایک واقعہ کو پیش کر سکتا ہے۔ مگر ناول بیک وقت زندگی کے کئی پہلوؤں، حالات اور واقعات کا احاطہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

(ب) ناول کے بنیادی عناصر کون کون سے ہیں؟ وضاحت کریں۔ **(9)**

جواب: ناول کے بنیادی عناصر میں پلاٹ، کردار، منظر نگاری اسلوب اور نقطہ نظر شامل ہیں۔

پلاٹ: ناول میں موجود بڑی کہانی یا کل بیان کے چھوٹے چھوٹے واقعات، مراحل یا ٹکڑوں کی خاص ترتیب و تنظیم میں مجموعی تسلسل کا نام پلاٹ ہے۔

کردار: پلاٹ کے اجزاء میں حرکت کا باعث بننے والے اور قصے کو آگے بڑھانے والے عناصر کا نام کردار ہے۔

منظر نگاری: منظر نگاری سے مراد ناول کا ماحول، فضا یا پس منظر ہے

اسلوب: اسلوب کا مطلب کہانی کا انداز بیان اور طریقہ کار ہے۔

نقطہ نظر: نقطہ نظر دراصل وہ فلسفہ حیات یا انداز نظر ہے جس کے تحت ناول نگار اپنے ناول میں تصویر حیات پیش کرتا ہے۔

ناول زندگی کا ترجمان ہوتا ہے۔ ایک اچھا ناول وہی ہوتا ہے جس میں زندگی کی پیش کش یا ترجمانی ایک ایسے زاویے یا نقطہ نظر سے کی جاتی ہے، جو قاری کے اندازِ فکر، سوچ اور زاویۂ نگاہ کو گہری طور پر متاثر کرتی ہے۔ قاری پر آشکار ہوتا یا انوکھا زاویہ قلب و نظر کو حیرت و مسرت سے ہمکنار ہوا کرتا ہوا، اس پر سوچ اور

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ۔گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

بصیرت کے نئے درواکر دیتا ہے۔اسی لیے ناول ''ناولٹی'' کا حامل ہوتا ہے، کیونکہ یہ فلسفیانہ عمل اوراعلیٰ سنجیدگی کے تخلیقی تجزیے پر مشتمل ہوتا ہے۔

(ج) نذیراحمد دہلوی کے چار ناولوں کے نام لکھیں۔ (4)

جواب: مراۃالعروس، بنات النعش ،توبتہ النصوح ،ابن الوقت ،فسانہ مبتلا

سوال نمبر 15: (الف) ''آنگن'' کا مرکزی خیال لکھیں۔ (5)

خدیجہ مستور نے 1962ء میں اپنا پہلا ناول " آنگن " لکھا۔تقسیم ہند کے نتیجے میں اہل ہند، خاص کر مسلمانوں کی ذہنی وسماجی حالت اوراس کے نتیجے میں ابھرنے والی فکر ی کش مکش اورالجھنوں کی تصویرکشی ہی اس ناول کا مرکزی خیال ہے۔

خدیجہ مستور کا اندازحقیقت نگاری پر مشتمل ہے۔وہ اپنی کہانیوں میں ماحول، معاشرے اورمتوسط طبقے کی ترجمانی وتصویرکشی بہت خوبصورتی سے کرتی ہیں۔وہ متوسط طبقے کے گھریلو کرداروں کے ذریعے سے صورت حال کی عکاسی کرتی ہیں خاص کرعورتوں کی نفسیات، کیفیات اورجذباتی وذہنی عمل وردعمل کی فنکاری ان کے ہاں بہت شاندار ہے۔ان کے ہاں تمام کردار ماحول اورکیفیات کی وسیع سطح پر رمزیت واشاریت کا بھی روپ دھار لیتے ہیں۔جیسے آنگن اوراس کے کردار، پاک وہند کے متوسط گھرانوں کے لوگوں کی ترجمانی کرتے ہیں۔

(ب) مندرجہ ذیل الفاظ پراعراب لگائیں۔ (5)

جواب: مَاخُوْذ۔حُبُّ الْوَطَنِی ۔دُھوئیں ۔کَفَن۔عَلَیحِدَگی

(ج) خواجہ معین الدین کی ڈرامہ نگاری کی اہم خصوصیات بیان کریں۔ (10)

جواب: خواجہ معین الدین کا تعلق حیدرآباد(دکن) کے ایک زمیندار گھرانے سے تھاجہاں وہ 23مارچ 1924ء کو پیدا ہوئے۔خواجہ معین الدین حیدرآباد(دکن) میں تھے تو اکثر ریڈیو دکن سے پروگرام نشر کرتے تھے۔اس کے علاوہ انہوں نے زمانہ طالب علمی میں چند ڈرامے بھی لکھے جن میں سے سرکاری دکان اور پرانے محل بہت پسند کیے گئے۔1948ء میں پاکستان آنے کے بعد بھی انہوں نے اس شغل کو جاری رکھا۔

پاکستان میں انہوں نے جو ڈرامے تحریر کیے ان میں سب سے پہلا ڈرامہ زوال حیدرآباد تھا۔اس کے بعد انہوں نے نیا نشان'لال قلعے سے لالوکھیت تک'تعلیم بالغاں'مرزا غالب بندرروڈ پر'جیل کو کہیں سسرال'جلسہ عام اورساون کا اندھا نامی ڈرامے نہ صرف تحریر کیے بلکہ ان کی ہدایات بھی دیں۔ان کے ڈرامے طنز کے نشتروں اور مزاح کی حلاوت کا ایک خوب صورت مرقع ہوتے تھے اورانہیں دیکھنے والے ایک لمحے کے لیے بھی ان کے مکالمات کے طلسم سے باہر نکل نہیں پاتے تھے کیونکہ وہ اپنے الفاظ اورمکالموں سے تاثر کا بھرپور اظہار کرتے ہیں اورمکالمے ہی ڈراموں کا اصل حسن ہیں۔

خواجہ معین الدین کے ڈرامے ہمارے قومی مسائل کے ترجمان بھی ہیں ان میں ہمارے ماحول کی کمزوریوں پر گہرا مگر شگفتہ طنز ملتا ہے۔ان کے کردار عام لوگوں کے نمائندے ہیں اوران کے مکالمے بناوٹ، فریب اورخودغرضی پر گہری چوٹ اورتنقید ہیں۔ان کا پیرائیہ اظہارطنزیہ ہے۔جس میں مزاح کی شیرینی بھی شامل ہوتی ہے۔ ان کے ہاں اصلاح اورمقصدیت کا عنصر غالب ہے۔وہ بھاری اورثقیل الفاظ سے گریز کرتے ہیں۔ان کے طنزومزاح میں سوچ کا عنصر بہت گہرا ہے۔ان کی حقیقت پسندی کے باعث نقالی میں اصلیت کا گمان ہوتا ہے۔خلوص اورانسان دوستی ان کی تحریر کا خاص وصف ہے۔سماجی صورت حال کے باعث انہوں نے عورتوں کے منفرد کردار اپنے ڈراموں میں تخلیق کیے ہیں۔

خواجہ معین الدین 9نومبر 1971ء کوانتقال کرگئے۔انھوں نے صرف 47 سال کی عمر پائی۔مگراتنی کم عمری کے باوجود وہ ڈرامہ نگاری میں اپنے انمٹ نقوش رقم کرگئے۔ وہ کراچی میں سخی حسن کے قبرستان میں آسودہ خاک ہیں۔

سوال نمبر 16-(الف)جمیل الدین عالی کے سفرنامے دلّی کی ایک رات کے اہم نکات تحریر کریں۔ (15)

جواب: جمیل الدین عالی کے سفرنامے دلّی کی ایک رات کے اہم نکات:

۱۔ سفرنامہ مصنف کے اپنے آبائی شہر دلی میں ایک رات کے قیام کے بارے میں ہے۔

۲۔ سفرنامہ عشق اورخوف کی دوایسی متضاد کیفیات سے شروع ہوتا ہے۔جو عام طور پرایک ساتھ موجود نہیں ہوتیں۔

۳۔ سفرنامہ نگار ایک طرف سچا اورکھرا دلی والا ہے۔تو دوسری طرف دلی اس کے لیے خوف وہراس کا باعث بن رہی ہے۔کیونکہ دلی کی سرزمین پر پاکستان کے خلاف سازشیں کی جاتی ہیں۔

۴۔ مصنف کی اصل منزل ماسکو ہے۔جہاں کے لیے انہیں بارہ گھنٹے بعد ایک روسی جہاز پر روانہ ہونا ہے۔

۵۔ سفرنامہ نگاران بارہ گھنٹوں میں سے کچھ وقت شہر میں گھومتا ہے۔اوراپنے مادرعلمی سمیت ان تمام مقامات کو یاد کرتا ہے جو اس سے متعلق رہے ہیں۔

۶۔ سفرنامہ نگار موجود دلی کا موزنہ اس دلی سے کرتا ہے۔جو اس نیا پنے بچپن میں دیکھی تھی۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اورتھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی ،ایف اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے پیرا ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

کاشان اکیڈمی 0334-5504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

۷۔ ایک ات کے سفرنامے میں صدیوں کا سفر طے کر کے مصنف مغل بادشاہوں کی تعمیر کردہ تاریخی عمارتوں کے حوالے بھی دیتا ہے۔

۸۔ مصنف اندرون شہر کی تاریخی تبدیلیوں کی وجہ سے گھٹن محسوس کرتا ہے۔اور شہر کے باہر پرانے قلعے کی رخ کرتا ہے۔

۹۔ سفرنامہ نگار دلی کے تین عظیم بزرگوں حضرت نظام الدین اولیاؒ، حضرت امیر خسرو اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزاروں سے ہوتا ہوا اپنے آباؤ اجداد کے مدفن میں جا کھڑا ہوتا ہے۔

۱۰۔ دلی اور دلی میں موجود چیزوں کے چھن جانے پر سفرنامہ نگار افسردہ ہوتا ہے۔تو اس کے اندر سے ایک آواز بلند ہوتی ہے جو اسے آزاد وطن اور یہاں کی نعمتیں یاد دلاتی ہیں۔

۱۱۔ مصنف دلی کے متعصب طبقے پر تنقید کرتے ہوئے ہوٹل کے کمرے میں لوٹ آتا ہے۔اور وطن کی محبت میں جذباتی ہو کر " پاکستان پائندہ باد" کا نعرہ لگاتا ہے۔

(ب) سفرنامے کی تعریف کریں۔ (5)

جواب: سفرنامہ،سفر کے تاثرات، حالات اور کوائف پر مشتمل ہوتا ہے فنی طور پر سفرنامہ بیانیہ ہے جو سفرنامہ نگار سفر کے دوران یا اختتام سفر پر اپنے مشاہدات، کیفیات اور اکثر اوقات قلبی واردات سے مرتب کرتا ہے-سفرنامہ نگار صرف خارجی ماحول کا ہی مشاہدہ نہیں کرتا بلکہ اپنے بیانیہ کو مدلل اور ہمہ جہت بنانے کے لیے بہت سے دوسرے جزئیات کو بھی سمیٹتا چلا جاتا ہے-سفرنامہ نگاری کی آنکھ جتنی باریک بین ہوگی جزئیات اتنی ہی تفصیل سے اس کے مشاہدے میں آئیں گی-ایک عام سطح بین منتظر کی جغرافیائی کیفیات کا میکانکی گوشوارہ تو عمدگی سے تیار کر لیتا ہے لیکن فطرت کا دوسرا جو منظر کے داخل سے پھوٹ رہا ہوتا ہے-

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

سوال نمبر 16:(الف)مختصر جواب لکھیں۔ (20)

(i) اسرار خودی کا انگریزی ترجمہ کس نے کیا؟ **جواب:** کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر نکلسن نے۔

(ii) عجمی تصوف سے علامہ اقبال کی کیا مراد ہے؟

جواب: عجمی تصوف کے بارے میں اقبال کی رائے تھی کہ اس کے اثرات کی وجہ سے نظام عالم کے حقائق اور باری تعالیٰ کی ذات کے متعلق موشگافیاں کر کے کشفی پیدا کرتا ہے۔

(iii) علامہ اقبال نے کن کن زبانوں میں خط لکھے؟ **جواب:** علامہ اقبال نے اردو،انگریزی،جرمنی اور فارسی زبان میں خط لکھے۔

(iv) صفیہ جاں نثار اختر کے کسی ایک مکتوباتی مجموعے کا نام لکھیں۔ **جواب:** حرفِ آشنا اور زیرلب

(v) مکتوب کو نصف ملاقات کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: ملاقات میں جو گفتگو دو بدو بیٹھ کر کی جاتی ہے وہی باتیں خط میں بھی ممکن ہیں اس لیے اسے نصف ملاقات کا نام دیا جاتا ہے۔

(ب) میاں محمد بخش کی کتاب سیف الملوک کے نمایاں اوصاف بیان کریں۔

جواب: سیف الملوک کے نمایاں اوصاف: سیف الملوک کے مصنف میاں محمد بخش 1846ء میں جموں کشمیر کے ضلع میرپور میں کھڑی شریف میں پیدا ہوئے۔پیر شاہ غازی سے چوتھی نسل میں ان کا شجرہ نسب ملتا ہے۔انہوں نے اردو اور پنجابی میں بہت سی کتابیں لکھیں اور 1907ء میں ان کا انتقال ہوا۔

انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں میاں محمد بخش کی تصنیف سیف الملوک کی اشاعت شمال مغربی ہندوستان کے ادب کی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔سیف الملوک سے قبل برصغیر کے دوسرے صوفی شعراء کی تصانیف سے برصغیر کے بڑے حصے نے استفادہ کیا۔لیکن سیف الملوک نے برصغیر مین کشمیر، پنجاب اور صوبہ سرحد کے دور افتادہ علاقوں کے باسیوں تک رسائی کر کے بڑی خدمت انجام دی۔بالخصوص ریاست جموں کشمیر میں اس تصنیف کا اثر باقی تمام تصانیف کے مجموعی اثر سے بھی بڑھ کر رہا۔سیف الملوک کی اشاعت تک ان علاقوں میں علم و ادب صرف پڑھے لکھے لوگوں تک محدود رہا جن کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی۔

سیف الملوک ایک دھماکے کی مانند وارد ہوئی اور خاص کر ناخواندہ لوگوں میں ایک جادو اثر تشہیر کی حامل ہوئی۔چند ہی برسوں میں یہ کتاب ہر گرہستی کا ضروری جزو بن گئی۔اس کتاب کے ہر دلعزیز ہونے کی کئی وجوہ تھیں،اول یہ کہ چونکہ مصنف نے مختلف مقامی زبانوں مثلاً پہاڑی،پوٹھوہاری،پنجابی اور ہندکو کے امتزاج کو ذریعہ اظہار بنایا،چنانچہ ضروری ہوا کہ اسی طور اس کے قارئین کا حلقہ بھی وسیع ہوا۔علاوہ ازیں کتاب چونکہ شاعری میں لکھی گئی جس کی کہانی ایک اچھوتے رومانی پلاٹ پہ محیط ہوئی،للہٰذہ قارئین کا حلقہ ایک دھماکے کی طرح پھیلا۔سیف الملوک کی اشاعت سے پہلے تمام رومانی لوک کہانیوں کی بنیاد خالصتاً انسانی رومان پر محیط رہیں لیکن سیف الملوک کے مصنف نے اس کتاب کے پلاٹ میں ایک جدت کا اضافہ کیا اور ایک انسان شہزادے اور پری شہزادی کی رومانی داستان انتہائی مہارت کے ساتھ پیش کی، چنانچہ مصنف نے اس کی تائید میں دو الہامی کتابوں کا حوالہ بھی پیش کیا اور اس رومانی داستان کی تائید دو انبیاء یعنی حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کی زبانی پیش کی۔

سیف الملوک کی اشاعت کشمیر،سرحد اور پنجاب میں تعلیم کو رواج دینے میں ایک موثر ذریعہ ثابت ہوئی۔خواندہ لوگ ہر جگہ یہ کتاب پڑھتے اور اس کے شعر خوش الحانی سے گاتے۔جبکہ ناخواندہ اور نیم خواندہ لوگوں میں خواندگی کی موثر تحریک ہوئی۔(چنانچہ سیف الملوک ترنم سے پڑھنے کی ایک خاص لے اور طرز وضع ہوئی جس نے ارتقائی منزلیں طے کرتے ہوئے ہر علاقے میں مختلف شکل اختیار کی)

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ،بی ایڈ، بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اسائمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

بنیادی طور پر تصنیف کی زبان اگرچہ پنجابی ہے لیکن مصنف نے کمال دوراندیشی سے علاقے کی دوسری زبانوں، پہاڑی، پوٹھوہاری اور ہندکو وغیرہ کو مناسب نمائندگی دی۔ سیف الملوک انتہائی ارفع علمی اسلوب کی حامل ہے، مثلاً مصنف نے سسپنس اور ڈرامائی انداز، جو کسی بھی افسانوی تحریر کو رنگ بخشتے ہیں، کمال مہارت سے تحریر میں شامل کیا۔

سیف الملوک کتاب کی ایک نہایت قابل تحسین خصوصیت مصنف کا فطرت اور معاشرت کے بارے میں گہری واقفیت کا اظہار ہے، جس کی جھلکیاں کتاب کے آغاز سے انجام تک جگہ جگہ نظر آتی ہیں۔ کتاب کے اس اسلوب سے قاری کو بار بار شیکسپیئر کی تحریروں کی یہ خصوصیت ذہن میں آتی ہے۔ اگرچہ شیکسپیئر کی تصانیف میں یہ عنصر کہیں اونچے درجے کا ہے اس مطابقت سے یہ تاثر بھی ہو سکتا تھا کہ شاید یہ عنصر شیکسپیئر سے ماخوذ ہے لیکن چونکہ یہ جانی بوجھی حقیقت ہے کہ سیف الملوک کے مصنف کو انگریزی زبان کا چنداں محاورہ نہ تھا اس لئے ظاہر ہے کہ یہ میاں محمد بخش کی اپنی اختراع تھی جس سے وہ اور زیادہ تعریف کے لائق ہو جاتے ہیں۔

سیف الملوک نے میاں محمد بخش کو امر کر دیا اور ادب کی دنیا میں ان کے نام کو ہمیشہ کے لیے ایک اونچا مقام عطا کیا۔ جس میں میاں محمد نے دنیاوی مسائل کو خوب صورت نظم میں پیش کیا۔ ان کی لے نے کم علم اور کم مایہ لوگوں کو گہری نیند سے جگا کر اس طور علم کا شیدائی بنا دیا کہ کہا جا سکتا ہے کہ سیف الملوک کے قارئین پھر سے اس جہالت کے اندھیرے کی طرف کبھی نہ لوٹیں گے۔

سیف الملوک استعاراتی ادب کا شاہکار ہے اور تعلیم سے متعلقہ صاحب اختیار لوگوں کا فرض ہے کہ موجودہ اور آنے والی نسلوں میں یہ کتاب متعارف کروائیں۔

کاشان اکیڈمی

سوال نمبر 17- محسن کاکوروی کی نعت کی اپنے الفاظ میں تشریح کریں۔ (20)

جواب: شعر نمبر 1:

0334-5504551

سخن کو رتبہ ملا ہے مری زباں کے لیے
زباں ملی ہے مجھے نعت کے بیاں کے لئے

تشریح: محسن کاکوروی فرماتے ہیں کہ یہ جو شاعری ایک اعلیٰ درجے پر فائز ہوئی ہے، تو صرف میری زبان کے لیے ہے تاکہ میں اس سے آپ ﷺ کی مدحت بیان کر سکوں اور اس کی ساری قدر و منزلت صرف اسی وجہ سے ہے کہ اس سے آپ ﷺ کی تعریف بیان ہوتی ہے ورنہ اس زبان کی کوئی وقعت نہیں اور اللہ نے مجھے یہ زبان عطا ہی صرف حضور ﷺ کی نعت گوئی کے لیے کی ہے۔ یہ شاعری کے اعلیٰ مراتب مجھے اپنی خصوصیت سے نہیں صرف اس زبان کی بدولت ملے ہیں کہ جو آپ ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کرتی ہے۔

Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

شعر نمبر 2:

ترے زمانے کے باعث زمیں کی رونق
ملا زمین کو رتبہ ترے زماں کے لئے

تشریح: اس شعر میں محسن کاکوروی نے آپ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ کائنات رنگ و بو اللہ نے صرف آپ کے دم قدم سے آباد فرمائی ورنہ اس میں نہ کوئی رنگ ہوتا نہ خوشبو۔ اس دنیا کی ساری خوبصورتی اور رنگینی و رونق صرف آپ ﷺ کی وجہ سے۔ اور اس دنیا کو جتنے بھی مراتب ملے ہیں اس کی خاص وجہ آپ ﷺ ہیں کیونکہ آپ ﷺ کو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جلوہ افروز فرمانا تھا اسی مقصد کے تحت اللہ نے آپ ﷺ کی خاطر اس جرم و گناہ کی دنیا کو گل و گلزار فرمایا اور اس میں وہ تمام رونقیں عنائت فرما دیں جو آپ ﷺ کی شایان شان تھیں۔ یعنی اس زمین کا مرتبہ آپ ﷺ کی آمد کی وجہ سے بڑھا دیا گیا۔

شعر نمبر 3:

ازل میں چن لیے خالق نے رنگ رنگ درود
بجائے لعل و گہر تیرے ارمغاں کے لیے

تشریح: محسن کاکوروی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی تخلیق کے آغاز ہی میں آپ ﷺ کو تحفہ دینے کے لیے قیمتی موتی لعل اور جواہرات کا انتخاب اس لیے نہیں کیا کہ وہ وقتی خوشی دینے والی چیز ہے۔ انہوں نے ضائع ہو جانا ہے یا گم ہو سکتی ہیں اور یہ بھی کہ یہ سب چیزیں مادہ پرستی کی علامت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے ایسی چیزیں چنی ہیں جو رہتی دنیا تک رہیں گی۔ ان میں اضافہ ہوتا رہے گا ان میں کبھی کمی نہیں آئے گی۔ بلکہ ان کے ادا کرنے والوں میں بھی اضافہ ہوتا چلا جائے۔ جو محبت و عقیدت کے اظہار کی بہترین چیزیں ہیں اور نبی ﷺ کو تحفے میں دینے کے لیے یہی چیزیں زیب دیتی ہیں۔ رہتی دنیا تک انسان آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجتے رہیں گے۔ شاعر کو یقین ہے کہ اسے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر شاعری کے ذریعے سلام درود بھیجنے کے لیے منتخب کیا ہے۔

شعر نمبر 4:

کمال اپنا دیا تیرے بدر عارض کو
کلام اپنا اتارا تری زباں کے لیے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں یا ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز میں داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

تشریح: محسن فرماتے ہیں کہ اے نبی ﷺ! اللہ تعالیٰ نے اپنے قدرت کاملہ کا کمال دکھایا اور آپ ﷺ کے رخساروں کو چودھویں کے چاند سے بھی زیادہ روشن اور تابندہ بنایا ہے اور اس روشن و درخشاں چہرے کی ہر لحظہ تعریف و توصیف اور ثنا بیان ہوتی رہے گی۔ اسی طرح اللہ قرآن پاک آپ ﷺ کی زبان سے بیان ہونے کے لیے اتارا ہے کہ ساری کائنات اپنے رب کی باتیں اس کے محبوب کی زبان سے ادا ہوتی ہوئی سن لیں کیونکہ آپ ﷺ کی ہی زبان مقدسہ اور ذاتِ مبارکہ اس عظیم کلام کو سمجھتی تھی اور بنی نوع انسان کو یہ کلامِ عظیم سمجھا سکتی تھی۔ کوئی اور انسان یہ فریضہ سرانجام نہیں دے سکتا تھا۔ اس شعر میں اس بات کی وضاحت کر دی کہ اللہ کا محبوب جو بات کرتا ہے وہ صرف اور صرف اپنے رب کا کلام یا اس کی رضا سے ہی بات کرتا ہے اور اپنے پاس سے کچھ نہیں فرماتا۔

شعر نمبر 5:

ازل میں جب ہوئیں تقسیم نعمتیں محسن
کلام نعتیہ رکھا مری زباں کے لیے

تشریح: نعت کے مقطع میں محسن کاکوروی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے آغاز میں اپنی نعمتیں اپنی مخلوق میں تقسیم کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کے طور پر میرے لیے نعت گوئی رکھ دی تھی۔ تاکہ حضرت محمد ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کر سکوں میرے لیے اس نعمت عظمیٰ سے بڑی اور کوئی نعمت نہیں ہو سکتی ہے۔ یہی میرا مقدر ہے اور اس سے اچھی تقدیر کیا ہوگی کہ جس میں اتنی بڑی سعادت رکھ دی گئی ہو۔

یہ شاعرانہ خیال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی تقدیر روزِ اول ہی سے لکھ دی تھی اور جو جس کی تقدیر میں لکھ دیا جاتا ہے وہ ہر حال میں ہو کر رہتا ہے۔ محسن کاکوروی نے نعت کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا کسی اور بشر کی تعریف میں اپنی زبان کو آلودہ نہیں کیا۔

کاشان اکیڈمی

سوال نمبر 18- غالب، مصحفی اور داغ کی غزلوں میں سے ایک ایک شعر منتخب کریں۔ ان کی تشریح کریں اور انتخاب کی وجہ بھی بیان کریں۔ (20)

0334-5504551

جواب: غالب کی غزل سے ایک شعر:

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے، شبِ غم بُری بلا ہے
مجھے کیا بُرا تھا مرنا، اگر ایک بار ہوتا

Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

تشریح: غالب اس شعر میں اپنے محبوب کی جدائی میں گزرنے والی راتوں کے دکھ کو شبِ غم سے تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں کس سے جا کر اپنے غم کی داستاں سناؤں کہ فراقِ محبوب میں میری راتیں کس قدر تکلیف اور کرب میں گزرتی ہیں اور میں اپنے محبوب کی فرقت میں راتیں تڑپ تڑپ کر گزارتا ہوں لیکن کسی سے اس دکھ کا ذکر نہیں کرتا کہ اگر ایسا کروں گا تو وہ میری کیا مدد کر سکے گا کیوں کہ یہ دکھ اور کرب میرے لیے ایک دن کی بات نہیں یہ دکھ تو میری جاں کا روگ بن چکا ہے یعنی اگر ایک دفعہ ہی مرنا ہوتا اور غم سے نجات مل جاتی تو میں کب کا مر چکا ہوتا لیکن یہ دکھ تو ایسا ہے جو مجھے روز موت دیتا ہے۔ یعنی یہ تو ایک بہت بڑی مصیبت ہے۔

وجہِ انتخاب: اس شعر کو منتخب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں انسان کے لیے ایک سبق ہے ایک عاشق کے لیے انتباہ ہے کہ اگر وہ عشق مجازی میں خود کو ملوث کر لے گا تو دنیا اس کے لیے ایک انگارہ بن کے رہ جائے گی جس پر وہ اپنے آپ کو ہر وقت لوٹتا ہوا محسوس کرے گا اور اپنے آپ کو تکلیف میں مبتلا رکھے گا اس لیے عشق مجازی کے بجائے انسان کو چاہیئے کہ عشقِ حقیقی کی راہ اپنائے تاکہ دنیاوی طور پر بھی پرسکون رہے اور آخرت میں بھی اللہ کے انعام و اکرام کا مستحق ٹھہرے۔

مصحفی کی غزل سے ایک شعر:

نہ گیا کوئی عدم کو دلِ شاداں لے کر
یاں سے کیا کیا نہ گئے حسرت و ارماں لے کر

تشریح: مصحفی فرماتے ہیں کہ انسان دنیا سے اتنی محبت کرتا ہے کہ وہ مرتے وقت دنیا خوش ہو کر نہیں چھوڑتا، یعنی کوئی شخص جب اس دنیا سے جاتا ہے تو کئی قسم کے ارمان اور حسرتیں پوری نہ ہونے کا ملال ساتھ لے کر جاتا ہے اور آخر دم تک اس کی خواہش ہوتی ہے کہ کاش وہ کچھ اور زندہ رہ لیتا تو یہ کر لیتا، وہ کر لیتا وغیرہ وغیرہ۔ اس شعر میں دراصل دنیا کی حرص و ہوس اور اس کی بے ثباتی کا ذکر ہے یعنی اس دنیا میں اگر کوئی کتنا ہی عرصہ کیوں نہ گزار لے لیکن جب وہ مرنے کے قریب ہوگا تب بھی اس کی خواہش ہوگی کہ وہ اور زندہ رہ لیتا اور دوسرا سبق اس شعر سے یہ ملتا ہے کہ اس دنیا میں جس قدر بھی حسرت و ارمان دل میں رکھو ممکن نہیں کہ سارے پورے ہو جائیں کیونکہ یہ فانی دنیا ہے یہاں سے ایک نہ ایک دن جانا ضروری ہے اس لیے یہاں زیادہ دل لگانے کی بجائے اس آخرت کی زندگی کی فکر کرنی چاہیے جہاں ہم نے ہمیشہ رہنا ہے۔

وجہِ انتخاب: اس شعر کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اس بات کی واضح دلیل موجود ہے کہ ہم یہاں جس قدر حسرت و ارمان پال لیں ان تمام کے پورا ہونے کی توقع کم ہے کیونکہ یہ دنیا ایک فانی دنیا ہے اس میں جتنا بھی جی لیں ہمیں وہ کم ہی محسوس ہوتا ہے لہٰذا فکرِ آخرت کرنا ضروری ہے۔

داغ کی غزل سے ایک شعر:

کوئی سنتا ہی نہیں یہ پند و نصیحت ناصح

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی کی پی ڈی ایف اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

آپ کیوں کہہ کے گناہ گار ہوا کرتے ہیں

تشریح: داغ دہلوی نے اس شعر میں نہایت خوبصورتی سے ناصح کو یہ کہا ہے کہ جب کسی نے آپ کی بات پر عمل ہی نہیں کرنا تو اس کو نصیحت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ خود گناہ گار ہونے کے مترادف ہے کیونکہ آپ جس کو نصیحت کر رہے ہیں اس کا دل بہت سخت ہو چکا ہے اور اس پر کوئی نصیحت اثر انداز ہونے والی نہیں اور نہ ہی اس نے آپ کی کسی بات پر عمل کرنا ہے تو بہتر یہی ہے کہ آپ اس کو نصیحت کرنا ہی ترک کر دیں تا کہ آپ تو کم از کم گناہ گار نہ ہوں۔

وجہ انتخاب: داغ کے اس شعر کا انتخاب کرنے کی وجہ علامہ اقبال کا یہ شعر ہے:

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پہ کلامِ نرم و نازک بے اثر

یعنی اگر کوئی عقل و دانش سے محروم ہو تو اس پر کسی نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا لہٰذا اپنی نصیحت کسی عقل اور سمجھ رکھنے والے شخص کے لیے بچا کے رکھنا بہتر ہے بجائے اس کے کہ وہ کسی ناداں پر ضائع کی جائے۔ یعنی کسی ناداں کو نصیحت وقت کا ضیاع ہے۔

گلشن اکیڈمی

سوال نمبر 19- (الف) **مندرجہ ذیل کی تعریف کریں اور مثالیں بھی دیں۔ (6)**

حروف عطف۔ حروف فجائیہ۔ حروف ربط

جواب:

0334-5504551

حروف عطف: یہ حروف کا ایک بڑا گروہ ہے یعنی وہ حروف، جو دو اِسموں، دو فعلوں یا دو جملوں کو مِلاتے ہیں حروف عطف کہلاتے ہیں ان کی چند ذیلی اقسام درج ذیل ہیں:

Download Free Assignments from

حروفِ تَردید: رد کرنے والے حروف۔ بلکہ، لیکن، پر

حروفِ اِستدراک: شک دور کرنے والے حروف ۔ لیکن، بلکہ

Solvedassignmentsaiou.com

حروفِ اِستِثناء: لفظوں اور جملوں کو الگ کرنے والے حروف۔ مگر، اور

حروفِ وَصل: لفظوں کو ملانے والے کیا، و، کہ، یا

حروفِ عِلّت: وجہ کے اظہار کے لئے: اس لیے، لہٰذا، کیوں کہ، بنابریں

حروفِ شرط و جزا: جہاں شرط ضروری ہو: اگر، جو

حروف فجائیہ: وہ حروف، جو جملوں میں قائم مقام ہوتے ہیں اور جذبات کے اظہار کے لیے بے ساختہ ٹپک پڑتے ہیں حروف فجائیہ کہلاتے ہیں ان کی چند ذیلی اقسام درج ذیل ہیں:

حَرفِ نِدا: اے، ارے

حَرفِ جواب: جی، ہاں،

حَرفِ تاسف: اف، افوہ، حیف، افسوس

حَرفِ اِنبِساط: ہاہا

حَرفِ تعجب: سبحان اللہ،

حَرفِ نفرین و نفرت: دفع، لعنت

حَرفِ تحسین و آفرین: ماشاءاللہ، عمدہ، اعلیٰ

حَرفِ تنبیہ: ورنہ

حَرفِ قسم: واللہ

حَرفِ توبہ و امان: الآمان۔ استغفراللہ

حروف ربط: وہ حروف، جو اَسماء اور اَفعال کے باہمی تعلّق کو ظاہر کرنے کے لئے اور ان کے آپس میں رابطے کے لیے استعمال ہوتے ہیں حروف ربط کہلاتے ہیں جن کی چند اقسام درج ذیل ہیں:

حرف فاعلیت: نے

حروفِ اضافت: کا، کے، کی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی الغرض ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر رزلٹ کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

حُروفِ جار: میں، سے، پر، تک، اس لیے، واسطے، اوپر، نیچے وغیرہ۔

(ب) تشبیہ کی تعریف کریں اور ارکانِ تشبیہ کی وضاحت بھی کریں۔ (8)

جواب: تشبیہ کی تعریف: تشبیہ کا لفظ "شبہ" سے نکلا ہے جس کے معنی "مماثل ہونا" کے ہیں۔علم بیان کی اصطلاح میں جب کسی ایک شے کی کسی اچھی یا بری خصوصیت کو کسی دوسری شے کی اچھی یا بری خصوصیت کے معنی قرار دیا جائے تو اسے تشبیہ کہتے ہیں۔یعنی بنیادی طور پر تشبیہ کے معنی ہیں "مثال دینا"۔

وضاحتی امثال:

مثال نمبر 1: مثال کے طور پر مندرجہ ذیل شعر میں ٹوٹے ہوئے دل کو ٹوٹے ہوئے پیالے سے تشبیہ دی ہے

؎ کسی نے مول نہ پوچھا دلِ شکستہ کا
کوئی خرید کے ٹوٹا پیالہ کیا کرتا

اس شعر کے ارکان تشبیہ یہ ہیں۔مشبہ: دلِ شکستہ، مشبہ بہ: ٹوٹا پیالہ، حرفِ تشبیہ موجود نہیں ہے، وجہ تشبیہ: دونوں کا شکستہ یا بے قیمت ہونا۔

کاشان اکیڈمی

مثال نمبر 2: ایک اور مثال پیش ہے:

؎ نازکی اس کی لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

0334-5504551

اس شعر میں شاعر محبوب کے ہونٹوں کو گلاب کی پنکھڑی سے تشبیہ دے رہا ہے۔ارکان تشبیہ یہ ہیں۔مشبّہ: محبوب کا لب، مشبّہ بہ: گلاب کی پنکھڑی، حرفِ تشبیہ: کی سی، وجہِ تشبیہ: نازکی اور گلابی رنگت۔

Download Free Assignments from

مثال نمبر 3:

"بچہ تو چاند کی مانند حسین ہے" تو یہ تشبیہ کہلائے گی کیونکہ چاند کا حسن مسلمہ ہے۔اگر چہ یہ مفہوم بچے کو چاند سے تشبیہ دیئے بغیر بھی ادا کیا جا سکتا تھا کہ بچہ تو حسین ہے لیکن تشبیہ کی بدولت اس کلام میں فصاحت و بلاغت پیدا ہوگئی ہے۔

Solvedassignmentsaiou.com

اسی طرح "عبداللہ شیر کی طرح بہادر ہے۔" بھی تشبیہ کی ایک مثال ہے کیونکہ شیر کی بہادری مسلمہ ہے اور مقصد عبداللہ کی بہادری کو واضح کرنا ہے جو عبداللہ اور شیر دونوں میں پائی جاتی ہے۔

ارکانِ تشبیہ: تشبیہ کے پانچ ارکان ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1۔مشبّہ: جس چیز کو دوسری چیز کے مانند قرار دیا جائے وہ مشبّہ کہلاتی ہے۔جیسا کہ اوپر کی مثالوں میں بچہ اور عبداللہ مشبہ ہیں۔

2۔مشبّہ بہ: وہ چیز جس کے ساتھ کسی دوسری چیز کو تشبیہ دی جائے یا مشبہ کو جس چیز سے تشبیہ دی جائے، وہ مشبہ بہ کہلاتی ہے۔مثلاً "چاند اور شیر مشبہ بہ ہیں

ان دونوں یعنی مشبہ اور مشبہ بہ کو طرفین تشبیہ بھی کہتے ہیں۔

اس کے علاوہ باقی ارکان تشبیہ یہ ہیں۔

3۔حرفِ تشبیہ: وہ لفظ جو ایک چیز کو دوسری چیز جیسا ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے حرف تشبیہ کہلاتا ہے۔مثلاً "اوپر کے جملوں میں مانند اور طرح حروف تشبیہ ہیں۔اس کے علاوہ اور بھی کئی حروف تشبیہ ہیں جیسا کہ: مثل، ہو بہو، صورت، گویا، جوں، سا، سی، سے، جیسا، جیسے، جیسی، بعینہٖ، مثال، یا، کہ، انہیں اداتِ تشبیہ بھی کہتے ہیں۔

4۔وجہِ شبہ: وجہ شبہ سے مراد وہ خوبی ہے جس کی بنا پر مشبہ کو مشبہ بہ سے تشبیہ دی جا رہی ہے۔مثلاً "چاند کی مانند حسین میں وجہ شبہ "حُسن" ہے۔اسی طرح شیر کی طرح بہادر میں وجہ شبہ "بہادری" ہے۔

5۔غرضِ تشبیہ: وہ مقصد یا غرض جس کے لیے تشبیہ دی جائے، غرض تشبیہ کہلاتا ہے۔اس کا تشبیہ میں ذکر نہیں ہوتا۔صرف قرائن سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ تشبیہ کس غرض یا مقصد سے دی گئی ہے۔مثلاً "بچے کے حسن کو واضح کرنا غرض تشبیہ ہے۔اسی طرح عبداللہ کی بہادری کو واضح کرنا بھی غرضِ تشبیہ ہے۔

(ج) دو دوستوں کے درمیان لوڈشیڈنگ کے موضوع پر مکالمہ تحریر کریں۔ (6)

جواب: (عزیز طلباء! یہاں دو مکالمات آپ کی سہولت کے لیے دیئے جا رہے ہیں کوئی ایک منتخب کر کے اپنی مشق میں لکھ لیں)

لوڈشیڈنگ کے موضوع پر دو دوستوں (سہیلیوں) کے درمیان مکالمہ:

عالیہ: اسلام علیکم آمنہ

شازیہ: وعلیکم السلام کیسی ہو؟

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

عالیہ: الحمداللہ میں ٹھیک ہوں آپ سناؤ یہاں کیسے؟

شازیہ: میں یہاں ضروری کاغذات فوٹوسٹیٹ کروانے آئی ہوں۔

عالیہ: آج کل ملک میں توانائی کا بحران بہت بڑھ گیا ہے اور لوڈ شیڈنگ کوئی شیڈول ہی نہیں ہے بندہ کوئی کام آسانی سے نہیں کرسکتا۔آپ یہاں کیوں آئیں ہیں؟

شازیہ: میں بھی فوٹوسٹیٹ کیلئے آئی ہوں دوسری مارکیٹوں میں بھی بجلی نہیں تھی سوچا ادھر سے پتہ کرلیتی ہوں۔

عالیہ: پتہ نہیں کب اس ملک کے حالات بہتر ہوں گے بجلی مہنگی بھی بہت زیادہ ہوگئی ہے کہ اب فی یونٹ پر آٹھ روپے اضافی ٹیکس ہے غریب بندہ کہاں برداشت کرسکتا ہے۔

شازیہ: جب تک عوام اپنی آواز نہیں اٹھائے گی اس وقت تک یہ سب ہوتا رہے گا۔

عالیہ: بالکل ٹھیک کہا۔اب تو حالات بہت ابتری کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔

شازیہ: اچھا میں چلتی ہوں پھر ملیں گے اللہ حافظ۔

عالیہ: ٹھیک ہے۔اللہ حافظ

کاشان اکیڈمی

☆☆☆☆☆

لوڈشیڈنگ کے موضوع پر دو دوستوں کے درمیان مکالمہ:

0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

ظفر: اسلام علیکم!شاہد کیسے ہو؟

شاہد: وعلیکم السلام!ظفر۔میں بہت پریشان ہوں یار ساری رات ایک منٹ بھی نہیں سوسکا۔

ظفر: میں سمجھ گیا۔میرے خیال میں آپ کے علاقے کی بھی بجلی ساری رات بند رہی ہے۔

شاہد: بالکل ٹھیک۔آپ کو تو معلوم ہے ہمارے سالانہ امتحان بھی بہت جلد شروع ہورہے ہیں اور یہ غیر اعلانیہ اور غیر متوقع لوڈشیڈنگ تو جینا دوبھر کررہی ہے۔پڑھنا ہم نے خاک ہے۔

ظفر: یہ تو آپ نے ٹھیک کہا لیکن اس سے نمٹنے کا حل بھی تو موجود ہے۔

شاہد: سارے حل عارضی ہیں بھائی کوئی مستقل حل موجود نہیں۔

ظفر: میرے تو والد صاحب نے تین سال پہلے ہی گھر میں یو پی ایس لگوادیا تھا جس سے بہت آسانی ہے۔

شاہد: اتنے اضافی اخراجات ہم غریب لوگوں کو صرف لوڈشیڈنگ کی وجہ سے برداشت کرنا پڑرہے ہیں۔پڑھائی کا الگ حرج ہوتا ہے اور لوڈشیڈنگ کے دوران چوری اور ڈکیتیوں کی وارداتیں بھی بہت زیادہ ہورہی ہیں۔

ظفر: آپ نے یہ تو بالکل ٹھیک کہا اس سے نہ صرف عام آدمی پر بوجھ بڑھ رہا ہے بلکہ ہماری ملکی معیشت بھی بری طرح متاثر ہورہی ہے۔

شاہد: کارخانے بند ہیں،کاروبار بھی بہت متاثر ہورہا ہے لوگ جرائم کی طرف بڑھ رہے ہیں اور ہماری حکومت حتی الوسع کوشش کے باوجود اس مسئلے پر تا حال قابو نہیں پاسکی۔

ظفر: شاہد یار ہمیں مل کر اس قومی مسئلے کے حل کے لیے حکومتی کوششوں میں اپنا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

شاہد: وہ کس طرح سے ہوسکتا ہے؟

ظفر: ہمیں بجلی چوری کو روکنا ہوگا۔ہمیں بجلی نہ صرف بچانی ہوگی بلکہ فضول ضائع کرنے سے بھی خود کو روکنا ہوگا جیسا کہ عموماً مختلف مواقع پر بہت زیادہ چراغاں کرکے اور برقی قمقمے لگا کر بہت زیادہ بجلی ضائع کی جاتی ہے۔

شاہد: یہ سب تو ہم آسانی سے کرسکتے ہیں ہمیں اس پر ضرور عمل کرنا چاہیے۔

ظفر: جی ہاں نہ صرف خود عمل کرنا ہوگا بلکہ اپنے اہل محلّہ اور تمام اہل علاقہ کو بھی اس پر راغب کرنا ہوگا۔اسی طریقے سے ہم اپنی اور حکومتی مشکلات کو کم کرسکتے ہیں۔

شاہد: انشاءاللہ۔ اب اجازت دیں پھر ملاقات ہوگی۔

ظفر: ٹھیک ہے۔اللہ حافظ۔

شاہد: اللہ حافظ۔

بہار 2014ء

سوال نمبر 20 مندرجہ ذیل پیراگراف کی تشریح کریں۔سبق کا عنوان اور مصنف کا نام بھی لکھیں۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

(الف) ''روایت کی اصلیت وحقیقت.................کلچر کا نچوڑ ہوتا ہے''۔(مکمل اقتباس کے لیے ملاحظہ ہو کتاب کا ص ۲۳)

جواب اقتباس: ''روایت کی اصلیت وحقیقت.................کلچر کا نچوڑ ہوتا ہے''

سبق کا عنوان: ادب اور تہذیبی روایات

مصنف کا نام: ڈاکٹر عبادت بریلوی

تشریح: اس مضمون میں مصنف نے بتایا ہے کہ روایت کی اصل حقیقت سے آگاہی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا مکمل جائزہ لیا جائے اور اس کو حالات کے مطابق پرکھا جائے کیونکہ روایات ہر قوم اور ہر ملک کے تمام شعبہ ہائے زندگی کا احاطہ کیے ہوتی ہیں اور ان روایات میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں بھی رونما ہوتی رہتی ہیں۔روایات دراصل انسانی زندگی کے ان پہلوؤں کا نام ہے جن کو لوگ متفقہ طور پر اپنالیں اور ان کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیں۔ان تمام روایات کو ایک جگہ پر یکجا کر دینا ہی کسی تہذیب اور معاشرت کو جنم دیتا ہے۔اور یہ اس بات پر منحصر ہوتا ہے کہ جو قوم ان روایات کو بطور تہذیب اپنا لے اس کے افراد کی ذہنیت کیا ہے،اس قوم کے جغرافیائی حالات کیا ہیں، کیونکہ یہ سب ذہنی رجحانات مختلف جذبات واحساسات کے اثرات کے نتیجے میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔اور کسی بھی قوم کی عظمت کی دلیل اس کی یہی روایات ہوتی ہیں کیونکہ کسی بھی قوم کے ذہن وفکر،معاشرت وثقافت کی بلندی اور عظمت کو جاننے اور پرکھنے کے لیے اس قوم کی روایات کو ہی سامنے رکھا جاتا ہے۔درحقیقت یہ روایات ہی کسی قوم کی معاشرت اور اس کے اخلاق کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔

کاشان اکیڈمی

(ب) ''لیمپ جل رہا تھا.................ہماری طرف آتا ہے(ملاحظہ ہو کتاب کا ص ۵۹ اور ۶۰)

جواب: اقتباس: 'لیمپ جل رہا تھا.................ہماری طرف آتا ہے۔

سبق کا عنوان: فسانہ آزاد

0334-5504551

مصنف کا نام: پنڈت رتن ناتھ سرشار

تشریح: مصنف اس فسانہ میں بھوت پریت کے متعلق بات کر رہا ہے اور بتاتا ہے کہ اس کو ایک صاحب ملے جنہوں نے ایک کہانی بیان کی اور بتایا کہ ایک رات اس نے کیا دیکھا کہ کمرے میں لیمپ جل رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کوئی شخص ہمارے اوپر آ کر بیٹھ گیا ہے اور میں نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دوں اور جب میں اس ارادے سے اٹھا تو میں خود ہی منہ کے بل گر گیا۔یہ بات بتا کر وہ شخص کمرے کے اندر چلا گیا اور پادری صاحب اور ڈاکٹر صاحب سے بھی یہی واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے اس کو بتایا کہ وہاں پر گندھک کی دھونی دے دو۔چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا لیکن یہ طریقہ بھی خام خیالی ہی ثابت ہوا۔

Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

مصنف اس فسانہ میں بتاتا ہے کہ لیمپ جلا ہوا تھا کہ ایک آدمی ہمارے اوپر آ کر بیٹھ گیا اور مصنف کہتا ہے کہ ہم نے ارادہ کیا کہ میں سب کو جگادوں جو سو رہے ہیں اور وہ اٹھ کر اس آدمی کو ماریں جب مصنف اس ارادے سے اٹھا تو وہ خود ہی منہ کے بل گر پڑا یہ بات بتا کر وہ ایک ڈیرہ میں گیا اور وہاں جا کر پادری صاحب اور ڈاکٹر صاحب سے یہ بات بیان کی تو انھوں نے فرمایا کہ وہاں گندھک کا دھواں لگادو چنانچہ ایسا ہی مصنف نے کیا لیکن یہ بات ان جملوں میں بھی شمار ہوسکتی ہے کہ اسی مکان میں جو مہمان آئے تھے وہ رات کے وقت چارٹ پر شکار کھیلنے گئے چپڑاسی کوٹھی کے دروازے پر سو رہا تھا اندر لیمپ جل رہا تھا کہ ایک دم ایک صاحب نے آ کر چپڑاسی کو جگایا اور کہا کہ چائے لاؤ اور کوٹھی کے دروازے کھلتے چلے گئے اور اس چپڑاسی نے جا کر باورچی کو جگایا اس نے کہا معمولی چائے کا پیالہ تو میز پر رکھا ہے اور تازی چائے بنا کر لے گیا تو وہاں کوئی بھی نہ تھا جب صاحب شکار سے آئے اور ان سے معاملہ بیان کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ وہی صاحب نردہ جو شیطان ہو گئے ہوں گے۔

سوال نمبر21 مندرجہ ذیل سوالات کے جواب دیں۔

(الف) 'غلامی......ایک لعنت' کا مرکزی خیال لکھیں۔

جواب۔ اس سبق میں سرسید احمد خان نے غلامی کی برائیوں پر روشنی ڈالی ہے اور یہ بتایا ہے کہ غلامی انسان کو انسانیت کے مرتبے سے گرا دیتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو نہ صرف آزاد، بلکہ خودمختار پیدا کیا ہے۔اسے عقل وشعور عطا کرنے کے علاوہ، ذہنی وجسمانی صلاحیتوں سے بھی نوازا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسے اپنے تمام تر اعمال کا ذمہ دار ٹھرایا گیا ہے۔غلامی کی حالت میں انسان کا یہ رتبہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ حیوانوں کے درجے پر اتر آتا ہے اللہ تعالیٰ کو یہ بات کیسے پسند ہو سکتی ہے کہ جس انسان کو اس نے آزاد پیدا کیا ہے اس کو کوئی دوسرا غلام بنائے۔یہی وجہ ہے کہ آزادی ہر انسان کا قدرتی حق ہے جو کوئی اس سے یہ حق چھینتا ہے وہ ظلم کرتا ہے۔سرسید کے خیال میں غلامی تمام اخلاقی برائیوں کی جڑ ہے۔غلاموں کو مناسب خوراک، آرام وآسائش دے کر اگر کوئی خوش ہوتا ہے،تو وہ سراسر دھوکے میں ہے، کیونکہ غلامی بذات خود ایک گناہ ہے۔غلامی انسان کو اوصاف حمیدہ اور اخلاق عالیہ کو برباد کر دیتی ہے غلاموں میں موجود ترقی کے تمام جوہر ختم ہو جاتے ہیں اور ان میں غصہ، جھوٹ اور چوری وغیرہ جیسی بری صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔غلامی جہاں غلاموں کے اخلاق کو بگاڑتی ہے وہاں اس بگاڑ سے آقا بھی محفوظ نہیں رہتے۔مذہب اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ یہودیت اور عیسائیت کے برعکس غلاموں کو آزاد کرنے کا پیغام دیتا ہے مثلاً طائف کی جنگ میں سرکار دو عالم ﷺ نے اعلان فرمادیا تھا کہ جو غلام ہمارے پاس چلے آئیں گے انہیں آزاد کر دیا جائے گا مگر افسوس ہے کہ اسلام کی ان تعلیمات کے باوجود ہمارے بعض حضرات غلامی کو اسلام میں جائز سمجھتے ہیں۔

(ب) ناول کی تعریف کریں۔

جواب: ناول انگریزی زبان کے لفظ ''ناولٹی'' سے نکلا ہے جس سے مراد انوکھا پن یا نیا پن ہے،لہٰذا ناول کے معنی کسی نئی یا انوکھی بات کے ہیں۔اس میں مصنف اپنے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

نقطہ نظر کو مختلف حالات واقعات کے ایک دل چسپ ترتیب اور ادا سے کسی بیان قصے یا کہانی کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ جدید ترین ناول نگاری میں مختلف واقعات پر مبنی قصہ ناگزیر ہے ناول اپنی وسعت اور جدت کے اعتبار سے ایک انوکھی صنف کا نام بھی ہے اور ادب میں ایک نئی اختراع بھی ہے۔

(ج) ناول کے بنیادی عناصر پر نوٹ لکھیں۔

جواب: ناول کے بنیادی عناصر میں پلاٹ، کردار، منظر نگاری اسلوب اور نقطہ نظر شامل ہیں۔

پلاٹ: ناول میں موجود بڑی کہانی یا کل بیان کے چھوٹے چھوٹے واقعات، مراحل یا ٹکڑوں کی خاص ترتیب و تنظیم میں مجموعی تسلسل کا نام پلاٹ ہے۔

کردار: پلاٹ کے اجزاء میں حرکت کا باعث بننے والے اور قصے کو آگے بڑھانے والے عناصر کا نام کردار ہے۔

منظر نگاری: منظر نگاری سے مراد ناول کا ماحول، فضا یا پس منظر ہے

اسلوب: اسلوب کا مطلب کہانی کا انداز بیان اور طریقہ کار ہے۔

نقطہ نظر: نقطہ نظر دراصل وہ فلسفہ حیات یا انداز نظر ہے جس کے تحت ناول نگار اپنے ناول میں تصویر حیات پیش کرتا ہے۔

ناول زندگی کا ترجمان ہوتا ہے۔ ایک اچھا ناول وہی ہوتا ہے جس میں زندگی کی پیش کش یا ترجمانی ایک ایسے زاویے یا نقطہ نظر سے کی جاتی ہے، جو قاری کے اندازِ فکر، سوچ اور زاویہ نگاہ کو گہری طور پر متاثر کرتی ہے۔ قاری پر آشکار ہوتا یہ انوکھا زاویہ قلب و نظر کو حیرت و مسرت سے ہمکنار ہوا کرتا ہوا، اس پر سوچ اور بصیرت کے نئے دروا کر دیتا ہے۔ اسی لیے ناول "ناولٹی" کا حامل ہوتا ہے، کیونکہ یہ فلسفیانہ عمل اور اعلیٰ سنجیدگی کے تخلیقی تجزیے پر مشتمل ہوتا ہے۔

کاشان اکیڈمی

(د) خدیجہ مستور کی کتابوں کے نام لکھیں۔

جواب: 22: **'آنگن' کے شامل نصاب حصے کو توجہ سے پڑھیں اور اپنے الفاظ میں اس کا خلاصہ تحریر کریں۔**

0334-5504551

جواب: ناول (آنگن کا خلاصہ): ناول آنگن کی شروعات عالیہ سے شروع ہوتی ہے جس نے ایک متوسط گھرانے میں آنکھ کھولی تو بہت سے رشتوں اور واجوں نے اس کا استقبال کیا ان کے گھر کا ماحول اکثر کشیدہ رہتا جس کی وجہ اس کی پھوپھی زاد بھائی صفدر تھا۔ آنگن کا مرکزی کردار عالیہ ہے۔ ناول کی کہانی اس کے بچپن سے اس کی جوانی تک پھیلی ہوئی ہے۔ عالیہ اپنے گھر کی کشیدہ فضا میں پرورش پاتی ہے۔ اس کی کشیدگی کا باعث صفدر ہے جو عالیہ کا بے سہارا پھوپھی زاد بھائی ہے۔ عالیہ کی ماں کو یہ دکھ ہے کہ صفدر ان کی خاوندکی کمائی پر پل اور پڑھ رہا ہے۔ عالیہ کی بڑی بہن تہمینہ اسے پسند کرتی ہے عالیہ کے ابا بھی تہمینہ کی شادی صفدر بھائی سے کرنا چاہتے ہیں اماں اس شادی کے سرے سے خلاف ہے۔ صفدر بھائی کو پڑھنے کے لیے علی گڑھ بھیج دیا جاتا ہے وہاں جا کر عالیہ کے ابا کے منی آرڈر واپس بھیج دیتے ہیں جس کے گھر کی فضاء میں کشیدگی تھوڑی کم ہو جاتی ہے۔ عالیہ کو اپنے لڑکپن میں خودکشی کے دو صدمے برداشت کرنے پڑتے ہیں ایک میں اس کی بہن کی خوبصورت ہندو سہیلی کسم ایک المناک موت سے دوچار ہوتی ہے اور دوسرے واقعے میں خود اس کی بہن تہمینہ اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیتی ہے ایک دن صفدر بھائی کا ایک خط تہمینہ کے ہاتھ لگتا ہے جسے پڑھ کر وہ خودکشی کر لیتی ہے ناول اسی کی پریشانی سے شروع ہوتا ہے اور اسی کی پریشانی پر ختم بھی ہوتا ہے لیکن عالیہ کے توازن میں کوئی فرق نہیں آتا ہے ایک غلط فہمی کی بنا پر چھمی کے حسد کا نشانہ بنتی ہے مگر وہ خود اسے منالیتی ہے آخر میں بڑی فراخدلی سے چھمی کے مقابلے میں اپنی شکست بھی تسلیم کر لیتی ہے۔ عالیہ معمول کے حالات کو کنٹرول کرنے والی اور کسی بھی صدمے میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنے والی لڑکی ہے اور ناول میں اس کے کردار سے جان بھی انہی خوبیوں کی وجہ سے آتی ہے۔ چھمی عالیہ کی چچا زاد بہن ہے اس کی ماں مر چکی ہے اور باپ کو شادیوں سے فرصت ہی نہیں ملتی ہے ماں باپ، سوتیلی بہن اور بھائی سے نفرت کرتی ہے۔ ایک بار عید کے موقعہ پر اس کے ابا اسے پانچ ہزار روپے بھیجتے ہیں تو یہ نفرت سے اسے پھاڑ دیتی ہے چھمی آنگن کا زندہ اور توانا کردار ہے۔ حال کے حصے میں یہ ناول پر چھائے ہوئی نظر آتی ہے تمام رونقیں اس کے دم سے ہیں۔ ہر کشمکش کا سبب بھی وہی ہے جس کی وجہ سے کہانی میں کچھ تجسس بھی پیدا ہوتا رہتا ہے ایک طرف اس کی کشمکش جمیل بھیا سے کیونکہ وہ عالیہ کی طرف متوجہ ہو رہے ہوتے ہیں دوسری طرف اس کے بڑے چچا سے ٹھنی ہوئی ہے کیونکہ وہ کانگریسی ہیں اور چھمی مسلم لیگی، چھمی کی شکیل سے بھی تو تو میں میں ہوتی رہتی ہے۔ وہ برقع اوڑھ کر مسلمانوں کے گھروں میں پھرتی ہے اور ہندوؤں سے اسے خدا واسطے کا بیر ہے۔

اسے اپنے باپ، اور سوتیلی ماں بہن بھائیوں سے بھی سخت نفرت ہوتی ہے، پھر اس کے بعد اس کی محبت جمیل بھیا سے بھی دائمی ہوتی ہے مگر ان کی تہمینہ سے شادی ٹھہرنے پر یہ بے راہ ہو جاتی ہے اور پھر ان کی عالیہ کی طرف توجہ سے اور بھی چوٹ چھمی کو لگتی ہے قصہ مختصر اس کہانی میں چھمی اپنے کردار کے ساتھ اور زندگی کے مختلف رشتوں سے لڑتی اور ان کے ساتھ مقابلہ کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ عالیہ لے ابا جب اقدام قتل میں قید ہو جاتے ہیں اور عالیہ کے ماموں ان کی کوئی مدد نہیں کرتے ہیں تو بڑے چچا ان کو اپنے ہاں لے آتے ہیں۔ ان کی مغرور اور خود پسند، بہن نجمہ پھوپھی بھی ان کے ہاں مقیم ہے۔ عالیہ سے انہیں خاص محبت ہے اس کو اپنی کتابوں کی الماریوں کی چابیاں بھی دے رکھتی ہیں۔ بڑے چچا سے جب گھر کی ضرورتوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ سرخ پڑ جاتے ہیں وہ چھینپ چھینپ کر سب کی طرف دیکھتے اپنے بڑھتے ہوئے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے اور پھر بڑی امنگ سے سب کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ جب ملک آزاد ہو جائے گا تو سب کی تکلیفیں دور ہو جائیں گی۔ وہ بنیادی طور پر سیاسی آدمی ہیں۔ اس قدر کٹر کانگرسی ہیں کہ خالص مسلمانوں کی کسی جماعت کو برداشت تک نہیں کرنا چاہتے ہیں کانگریس کے سوا ملک کے کسی بھی پارٹی کا آدمی ان کی نظر میں غدار کہلاتا ہے۔ عالیہ کے بڑے چچا سے محبت اور عقیدت بھی انتہا درجے کی ہے۔ ان کی انگریزوں سے نفرت، ان کی گاندھی سے محبت آزادی کے بعد ہندوستان میں آرام اور چین کا خواب، لالٹین کی جگہ گھر میں بجلی کی روشنی کا خیال، دو کانوں کے لیے قرضہ بھی مل جانے کی امید اور ایسی باتوں نے ان کے دل میں تمناؤں کی ایک لمبی فہرست لگا رکھی ہے۔ قیام پاکستان کے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

کے بعد یہ گھرانہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے اور کوئی کہاں تو کوئی کہاں بھٹک جاتا ہے لیکن عالیہ پھر بھی اسی در بدر کی ٹھوکریں کھا کر زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور اس کی محبت جو کہ کئی بار اسے دھوکہ دے چکی ہوتی ہے اب کے بار بھی تقسیم ہو کر رہ جاتی ہے لیکن وہ سوائے حسرت کی ایک سرد بھری آہ لیے کچھ بھی نہیں کر سکتی کیونکہ شاید اس کی قسمت میں ہی ایسا کچھ لکھا ہوا ہے۔

سوال نمبر 23 (الف) ڈرامے کی تعریف کریں اور اردو زبان میں اس کے ارتقا پر نوٹ لکھیں۔

جواب۔ ڈرامے کی تعریف: ڈراما (Drama) یونانی لفظ ڈراؤ (Drao) سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں ''کر کے دکھانا'' اس طرح ڈراما وہ کہانی ہے جسے مختلف کردار اپنی گفتگو اور اداکاری کے ذریعے اسٹیج پر پیش کرتے ہیں ڈراما ادبی تخلیق ہونے کے باوجود پڑھنے کے بجائے دیکھنے کی چیز ہے گویا یہ ایک ایسی کہانی ہے جو اداکاروں کی مدد سے ناظرین کے لیے اسٹیج پر پیش کی جاتی ہے اس میں پڑھنے سے زیادہ دیکھنے کا عمل ہی مصنف کو واقعات و مکالمات کی تصویر کشی میں مختلف طرز عمل اپنانے پر مجبور کرتا ہے لہٰذا ڈرامہ اسٹیج یا کیمرے کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر لکھا جاتا ہے ڈرامے کی بنیادی خصوصیات اس کی کش مکش یا ٹکراؤ ہے یہ کش مکش اور ٹکراؤ خارجی سطح پر فرد اور معاشرے، فرد اور فطرت، فرد اور ادارے، فرد اور اجتماع، جب کہ داخلی سطح پر غیرت اور قانون، نیکی اور بدی، فرض اور محبت، دل اور دماغ، عقیدت اور صداقت وغیرہ کی صورتوں میں دکھایا جاتا ہے ڈراما اپنی طوالت میں کئی ایکٹ اور ایک ایکٹ کئی مناظر پر مشتمل ہو سکتا ہے۔

جب ہندوستان میں ریڈیو کا آغاز ہوا تو ''یک بابی'' ڈرامے کا رواج ہوا یک بابی ڈرامے میں مختلف مناظر اور کہانی کے مختلف حصوں کی پیش کش ایک ہی منظر میں کی جاتی ہے۔ جبکہ دو بابی ڈرامے میں ایک منظر مختلف کہانیوں میں دکھایا جاتا ہے یک بابی ڈرامے کا پلاٹ سادہ بھی ہوتا ہے اور پیچیدہ بھی۔ ایک ڈراما آغاز وسط یا عروج اور اختتام پر مبنی ہوتا ہے ان کے علاوہ ڈرامے میں زمان و مکان کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے

کاشان اکیڈمی

(ب) ڈراما 'رستم وسہراب' کے اہم نکات پر نوٹ لکھیں۔

0334-5504551

جواب۔ خلاصہ ڈرامہ رستم وسہراب: یہ ڈرامہ آغا حشر کاشمیری کا لکھا ہوا ہے اس کے مرکزی کرداروں میں رستم وسہراب، گرد آفرید اور بہرام شامل ہیں۔ ایک سفر نا کے دوران کچھ تورانی سردار مشہور ایرانی پہلوان رستم کا گھوڑا چرا لیتے ہیں رستم گھوڑے کی تلاش میں سمنگان پہنچتا ہے وہاں قیام کے دوران وہ شاہ سمنگان کی بیٹی سے شادی کر لیتا لیکن پھر اسے چھوڑ کر چلا جاتا ہے اس کے بعد اس کے ہاں سہراب پیدا ہوتا ہے جو جرأت و بہادری میں بڑا نام پیدا کرتا ہے شاہ توران سازش کر کے سہراب کو ایران پر حملے کا حکم دیتا ہے اس حملے میں ایرانی سردار بہرام سازش کے تحت ہتھیار ڈالنے کا مشورہ دیتا ہے مگر سردار کی بیٹی گرد آفرید اپنی ولولہ انگیز تقریر کے ذریعے اپنی فوج تیار کر لیتی ہے اور خود مردانہ لباس میں سہراب کا مقابلہ کرنے نکل آتی ہے لیکن جب وہ سہراب کا سامنا کرتی ہے تو اپنا دل ہار جاتی ہے مگر ایک طویل کش مکش کے باوجود اپنے عشق کو اپنی حب الوطنی پر غالب نہیں آنے دیتی بہرام کی غداری کی وجہ سے سہراب سفید قلعہ فتح کر لیتا ہے اسے اپنی محبت کا یقین دلا کر مر جاتی ہے تو وہ بہرام کو بھی مار دیتا ہے سہراب ایرانی لشکر سے مقابلہ کرتے ہوئے رستم کا سامنا کرتا ہے اس کا دل باپ کو پہچان لینے کی کوشش کرتا ہے مگر اصرار کے باوجود رستم اپنا نام نہیں بتاتا آخر جب رستم کے ہاتھوں سہراب شدید زخمی ہو کر کہتا ہے میرا باپ رستم ہے اور رستم کو اپنے بیٹے کا پتہ چلتا ہے لیکن افسوس اس وقت تک بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے اور سہراب اپنے باپ رستم کے ہاتھوں میں جان دے دیتا ہے۔

Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

اس ڈرامے کی اہم بات گرد آفرید کا غیر روایتی نسوانی کردار ہے جو حسن، جرأت، حیا ایثار اور حب الوطنی کا پیکر ہے وہ خود عشق کی آگ میں جلتی ہے مگر وطن کی محبت اس پر غالب آ جاتی ہے عشق، فرض پر قربان ہو جاتا ہے اور گرد آفرید وطن کی خاطر اپنی جان قربان کر دیتی ہے۔

سوال نمبر 5 جمیل الدین عالی کے سفرنامے 'ایک رات' کا خلاصہ لکھیں۔

جواب۔ سفرنامہ ''ایک رات'' کا خلاصہ: مصنف دلی کی فضاؤں میں عشق کے رقص اور سرور کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں دلی اڈے پر اترا اور ساتھی ہی اس نے کہا کہ میں پیدا بھی دلی میں ہوا اور یہی پر پلا بڑا اور مجھے یہی پر ہی سب کچھ حاصل ہوا لیکن آج میں دلی سے ڈرتا ہوں کیونکہ میں اب پاکستان کا حصہ ہوں اور مجھے دلی سے وحشت ہوتی ہے کیونکہ دلی کے تمام سازشوں کا مرکز پاکستان ہوتا ہے اور پاکستان کو تباہ کرنے کے سارے منصوبے یہاں پر بنائے جاتے ہیں۔ ایک رات گزارنے کے لیے یہاں آیا ہوں کل شب کو روس کے شہر ماسکو چلا جاؤں گا جہاں اس نے شاید سویت یونین کے ادیبوں کے ساتھ کسی کانفرنس میں شرکت کرنی تھی۔ دلی میں میں عجیب و غریب کیفیت میں مبتلا ہوں اور اکیلا تنہا گھوم رہا ہوں حالا کہ یہ میرا اپنا شہر ہے۔ پھر مصنف کہتا ہے کہ میرے بچپن میں عورتیں برقعہ پوش ہوا کرتیں تھیں اور عزت کے گھر سے نکلتی تھی اور چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال نہیں کرتی تھیں اب یہ حالات ہے کہ فیشن ایبل عورتوں کا تانتا بندھا ہر جگہ اور ہر شاہراہ پر با آسانی دیکھا جا سکتا ہے۔ جس سے لگ رہا ہے کہ یہاں کی ثقافت اور ریت رواج کافی بدل گیا ہے۔ پھر میں دلی کے اردو بازار کا رخ کرتا ہوں جہاں پر خاص رش بھی ہے اور لوگوں کے ہجوم میں دم بھی گھٹنے لگتا ہے۔ پھر مصنف نظام الدین اولیاء کے دربار میں داخل ہوتا ہے اور بڑے دروازے میں داخل ہوتے ہوئے باولی نظر آتی ہے آج کے بچے باولی کا مطلب تک نہیں جانتے ہوں گے۔ پھر مصنف کہتا ہے کہ میں جنپت ہوٹل کے کمرے میں دلی کی گلیوں، یادگاروں اور چوراہوں سے چھپ کر بیٹھ گیا ہوں اور بے چینی کی سی کیفیت میں اس نظارے کو دیکھ رہا ہوں کے یہ شہر کس قدر تقسیم ہو کر رہ گیا ہے اور اس میں کتنی تبدیلی آ گئی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے پاکستان کی طرف اپنی ہجرت پر ذرا بھی افسوس نہیں ہو رہا ہے نہ ہی مجھے دلی اب کی بار پرانی دہلی کی طرح نظر آ رہی ہے۔ یہاں کے حالات دیکھ کر مجھے اپنی سرزمین پاکستان کسی جنت سے کم نظر نہیں آ رہی ہے پاکستان میری پناہ گاہ ہو جو میرا گھر ہے جو میرا سب کچھ ہے وہ ایک عظیم سرزمین ہے اور مجھے اپنے پاکستانی ہونے پر فخر ہے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، ایم فل، پی ایچ ڈی کی ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

سوال نمبر 24 غلام ہمدانی مصحفی کی غزل کی تشریح کریں۔

جواب۔

نہ گیا کوئی عدم کو دل شاداں لے کر **یاں سے کیا کیا نہ گئے حسرت وارماں لے کر**

لغت: عدم(دوسراجہاں)،شاداں(خوش)،حسرت(ارمان)

تشریح: یہ غزل غلام ہمدانی مصحفی نے لکھی ہے اس شعر میں شاعر مصحفی فرماتے ہیں کہ انسان دنیا سے اتنی محبت کرتا ہے کہ وہ مرتے وقت دنیا خوش ہو کر نہیں چھوڑ تا یعنی کوئی شخص ملک عدم کو خوش ہو کر نہیں جاتا جو بھی جاتا ہے دنیا کی حسرتیں اس کے دل میں ہوتی ہیں کہ کاش وہ اور زندہ رہتا اور دنیا کی دل فریبیوں اور لطافتوں کے علاوہ اور بھی مادی فوائد حاصل کرتا۔

شعر نمبر2-

باغ ودشت جنوں تھا کہ کبھی جس میں سے **لالہ وگل گئے ثابت نہ گریباں لے کر**

لغت: دشت جنوں(دیوانگی کا جنگل)

تشریح: مصحفی فرماتے ہیں کہ باغ جس میں لالہ وگل کھلتے ہیں گویا ایک دشت جنوں ہے جس میں لالہ وگل کا کھلنا گریبان چاک کرنے کے مترادف ہے۔شاعر کے نزدیک باغ ایک دشت جنوں ہے جس میں گل ولالہ اپنے گریبانوں کو نہ بچا سکے بلکہ کھلنے کی صورت میں ان کے گریبان چاک ہو گے۔

شعر نمبر3-

پھر گئی سوئے اسیران قفس بادصبا **خبر آمد ایام بہاراں لے کر**

لغت: سوئے اسیران قفس(پنجرے کے قیدیوں کی طرف)،بادصبا(صبح کی ہوا)،آمد(آنا)،ایام(یوم کی جمع،دن)

تشریح:

مصحفی فرماتے ہیں کہ جب موسم بہار آیا تو بادصبا خوشخبری لے کر اسیران قفس کی طرف چلی گئی مطلب یہ ہے کہ موسم بہار کے آنے کی خبر جب قفس کے قیدیوں کے پاس لے جاتی ہے تو وہ دیوانہ وار تڑپ اٹھتے ہیں اور ان کے غموں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

شعر نمبر4- **رنج پر رنج جو دینے کی ہے خو قاتل کو** **ساتھ آیا ہے بہم تیغ ونمکداں لے کر**

لغت: خو(عادت)،بہم(ساتھ ساتھ)،نمکداں(نمک رکھنے کا برتن)

تشریح: مصحفی فرماتے ہیں چونکہ قاتل(محبوب)کو رنج پر رنج دینے کی عادت ہے،صرف قتل کر کے جو رنج پہنچایا جاتا ہے اس سے اس کی تسلی نہیں ہو سکتی،اس لیے وہ تیغ اور نمکدان دونوں ساتھ لے کر آیا ہے تاکہ تلوار سے زخمی کرے اور تسلی پھر بھی نہ ہونے کی وجہ سے ان زخموں پر نمک چھڑ کے تاکہ عاشق کو بہت زیادہ تکلیف ہو سکے۔

سوال نمبر 25: **نظیر اکبرآبادی کے کلام کی خصوصیات لکھیں۔**

جواب: **نظیر اکبرآبادی کے کلام کی خصوصیات:**

نظیر اکبرآبادی کے کلام کی چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

1۔ **اخلاقی رنگ:** نظیر ایک صوفی منش انسان تھے۔ان کے ہاں اخلاقی رنگ غالب ہے۔اگرچہ جوانی کے عہد کی شاعری میں رندی کی مثالیں بھی موجو ہیں،لیکن ان کے کلام میں اخلاقی مضامین کثرت سے موجود ہیں۔

2۔ **دنیا کی بے ثباتی:** نظیر کی شاعری کا اہم موضوع دنیا کی بے ثباتی ہے۔عبرت اور موعظت کے مضامین ان کے کلام میں کثرت سے ملتے ہیں۔ان کے کلام کا جائزہ لیا جائے تو ان کا اس موضوع پر کلام دل پر اثر کرتا ہے۔

3۔ **موضوعات کی عوامیت:** نظیر عوامی شاعر تھے۔انہوں نے تل کے لڈو،برسات کی بہاریں،خربوزے،آگرے کی تیراکی اور اس طرح کے بیسیوں عوامی موضوعات پر نظمیں لکھیں۔ان موضوعات میں جدت بھی ہے اور ندرت بھی۔

4۔ **جذبات کی عکاسی:** جذبات کی عکاسی شاعری کا دوسرا نام ہے۔نظیر نے اپنے کلام میں جن جذبوں کی ترجمانی کی،وہ ان سے بے پناہ متاثر ہوئے۔

5۔ **منظر کشی:** نظیر نے اپنی شاعری میں مناظر فطرت اور مظاہر فطرت کی خوب منظر کشی کی۔وہ موضوع کی مناسبت سے ایسے لفظوں کا انتخاب کرتے ہیں کہ تصویر کھینچ جاتی ہے۔برسات کی بہاریں،ہولی کی بہاریں اور اس طرح کی دوسری نظموں میں مرقع نگاری کے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔

6۔ **جزئیات نگاری اور سراپا نگاری:** نظیر کی نظمیں لفظی مصوری کا شاہکار ہیں۔ان کی قوت مشاہدہ تیز بھی ہے اور گہری بھی۔چنانچہ اپنی نظموں میں انہوں نے جزئیات نگاری کی عمدہ تصویریں بنائی ہیں۔اردو شاعری میں جزئیات نگاری اور سراپا نگاری میں نظیر کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

7۔ **موسیقیت:** نظیر نے ہمیشہ موضوع کی مناسبت سے بحروں کا انتخاب کیا اور الفاظ کے انتخاب پر پوری توجہ دی۔ان کے کلام میں بلا کی موسیقیت ہے۔بعض اوقات ہندوؤں کے مذہبی تہواروں کی عکاسی کرتے ہوئے انہوں نے سنسکرت اور ہندی زبان کے الفاظ کثرت سے استعمال کیے جو عام قاری کی فہم سے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس،پروپوزل،پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

بالاتر ہیں لیکن مٹھاس اور موسیقیت ایسی ہے کہ قاری طویل نظمیں پڑھتا چلا جاتا ہے۔

نظیر کی زیادہ تر نظمیں بیانیہ ہیں اور قوت بیان میں انہوں نے پوری مہارت کا ثبوت دیا ہے۔مشکل سے مشکل اور دقیق سے دقیق قافیے باندھنے میں انہیں کمال حاصل تھا۔ان کے کلام میں مذہبی رنگ غالب ہے۔پرگوئی میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

8۔ **انجام(متن وتشریحات):** نظیر اکبر آبادی کی شاعری کا ایک موضوع دنیا کی بے ثباتی ہے نظم "انجام" میں اسی طرف اشارہ ہے۔نظم کی ہئیت مسدس ترجیع بند ہے جس میں ایک شعر کو ہر بند کے آخر میں بار بار دہرایا جاتا ہے تاکہ شاعر اپنے اس تاثر کو گہرا کر سکے جو وہ قاری کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہے۔

سوال نمبر3: مندرجہ ذیل اصناف پر نوٹ لکھیں۔

نظم معریٰ۔قطعہ۔رباعی۔مثنوی۔مرثیہ

جواب:

نظم معریٰ: اس نظم میں قافیے کو ضروری نہیں سمجھا جاتا البتہ بحر اور وزن کی پابندی کی جاتی ہے۔

قطعہ۔ دو یا دو سے زیادہ اشعار کو قطعہ کہا جاتا ہے اس کیلئے کسی مخصوص بحر اور وزن کی کوئی پابندی نہیں ہوتی قطع میں مطلع ضروری نہیں۔

رباعی: رباعی عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی چار کے ہیں۔اصطلاح میں رباعی وہ مختصر نظم ہے۔جسے کے چار مصرعے ہوتے ہیں،جن میں پہلا،دوسرا،اور چوتھا ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں۔

اگر چہ رباعی کے لیے موضوع اور مضمون کی کوئی قید نہیں ہے،لیکن عام طور پر اس میں صوفیانہ اور اخلاقی مضامین قلم بند کیے جاتے ہیں۔رباعی کے اوزان اور بحریں مخصوص ہیں،اس لیے یہ ایک مشکل صنف تصور کی جاتی ہے۔میر،سودا،حالی،جوش اور امجد حیدرآبادی اہم رباعی گو ہیں۔

مثنوی: مثنوی ایک ایسی مسلسل نظم ہے،جس کے ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ (یا ہم قافیہ اور ہم ردیف) ہوتے ہیں ہر شعر کا قافیہ دوسرے شعر کے قافیے سے الگ ہوتا ہے۔یہ شروع سے آخر تک ایک ہی بحر میں ہوتی ہے۔ربط و تسلسل اس کا اہم اصول ہے یہ زیادہ تو طویل قصوں،داستانوں اور جنگی حالات کو منظوم صورت میں بیان کرنے کے کام آتی ہے۔

مرثیہ: مرثیہ اس نظم کو کہا جاتا ہے جس میں مرنے والے کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں اور نہایت دردسوز اور حسرت ناک انداز میں اس کے محاسن کا ذکر کیا جاتا ہے۔

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

سمسٹر: خزاں 2016ء

سوال نمبر 26: مندرجہ ذیل اقتباسات کی تشریح کریں۔سبق کا عنوان اور مصنف کا نام بھی لکھیں؟

(الف) "آزادی جو انسان۔۔۔۔۔۔ہوتی ہے۔(مکمل پیراگراف کے لئے دیکھیے نصابی کتاب کا ص6)

جواب۔

سبق کا نام: غلامی ایک لعنت ہے مصنف کا نام: سرسید احمد خان

تشریح۔

اس سبق میں سرسید احمد خان ایک عام انسان کی آزادی کے بارے میں اس کی ماہیت اور اہمیت کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی افادیت گرانے کی کوشش کرتے ہیں۔وہ اخلاقی گراوٹ کی عمدہ مثال یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ انسان اپنے حقوق اور انصاف کی حق تلفی دراصل خود کرتا ہے اور اس کی اصل ماہیت اور وجہ بھی یہی ہے کہ وہ اپنی آزادی کے حق میں کھڑا نہیں ہوتا ہے یہ بھی سچ ہے کہ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ حق کے خلاف اُٹھ کھڑے ہو جائے اور کمر بستہ ہو کر عدل کی بات کی جائے۔اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ بھی انسان کو قصوروار ٹھہراتا ہے کہ تم نے حق سچ کا ساتھ نہیں دیا اور اپنے حق پر کھڑے نہ ہوئے۔سرسید احمد خان آگے جا کر یہ بھی کہتے ہیں کہ غلاموں کے بھی حقوق ہیں اس میں کوئی قباحت نہیں کہ غلاموں کو بھی وہی آسائش اور سہولیات باہم دی جائیں جو کہ عام آدمی کے ہیں خود آپ ﷺ بھی اپنے غلاموں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے تھے جو کہ ایک عام انسان کا حق ہوتا ہے اور اس برتاؤ کے نتیجے میں نسل انسانی کی زندگی کا معیار بلند ہوتا ہے غلام کے ساتھ دھوکہ اور غلطی پر اسے سخت سزا دینا بہت بڑا گناہ ہے۔غلامی ایک بہت بڑی لعنت قرار دی جائے تو کوئی برا نہیں ہوگا کیونکہ جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے آزاد اور خودمختار پیدا کیا ہے تو حاکمیت بھی صرف اللہ ہی کی ہے کوئی آپ پر حکومت نہیں کرسکتا مگر ان اصولوں کے تحت کے وہ آپ کے حقوق کا خیال رکھے وہ ذات اور مرتبہ کی بنیاد بھی نہیں بلکہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنیاد پر ہے۔غلامی اخلاقی روایات کو پامال بھی کر دیتی ہے اور عادات کو بھی انسان کسی کام کا نہیں رہتا نہ اپنے تئیں کوئی فیصلہ کرسکتا ہے نہ کوئی اچھا یا بھلائی کسی بھی معاشرے کیا اپنے اردگرد کے لوگوں کا بھی نہیں سوچ سکتا اس

میٹرک سے لیکر ایم اے،ایم ایس سی،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی کی اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں، ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ نہ شخصیت کی تعمیر ہو پاتی ہے نہ ہی معاشرے اخلاقیات کی بلندی پر چڑھ دوڑتا ہے معاشرے کی بقاء کے لیےضروری ہے کہ غلامی سے انکار اور چھٹکارا پایا جائے وگرنہ لوگوں کی سوچ اور تفریق کی وجہ سے انسان کی بڑھوتری اور اعمال کی افزائش کے ساتھ ساتھ قوموں کی ترقی بھی رک جاتی ہے۔

(ب) مسلمانوں نے ہمیشہ۔۔۔۔حاصل نہ ہو سکی۔(مکمل پیراگراف کے لئے دیکھیے نصابی کتاب کا ص 28)

جواب: سبق کا نام: نظریہ پاکستان مصنف کا نام: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

تشریح۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے اس پیرے میں مغلیہ دور میں مسلمانوں کی زبوں حالی اور خستہ حالی کا تذکرہ کیا ہے اس نے اکبر بادشاہ سے لیکر اس وقت کے تمام ذمہ داران کا تعین کیا جو مسلمان قوم اور ان کی حاکمیت کے ذمہ دار تھے یہ بات تو تہہ ہے کہ مغلیہ دور کے تمام حکمران سوائے چند ایک کے اپنی عیاشیوں اور غلط پالیسیوں کی وجہ سے زبوں حالی کا شکار ہوئے نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان جو لگ بھگ ساڑھے تین سو سال تک اس سرزمین پر اپنی حکومت قائم کیے ہوئے تھے اس سے ہاتھ دھو بیٹھے اور اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھ میں چلا گیا مسلمانوں کی آزادی حتیٰ کے دینی معاملات میں بھی کمزور پالیسیوں نے اس راہ میں ایک اور آسانی پیدا کر دی جنگ وجدل اور جہاد کا جو نظریہ اور یہ آباءاجداد سے چلا آ رہا تھا ختم ہوتا جا رہا تھا جس کی وجہ سے مغلیہ دور سے جنگوں میں مسلمانوں کو شکست کا سامنا ہونا شروع ہو گیا تھا مسلمان حاکمیت کے دور میں ہی مسلمان علماء اور دین کے جید اکابرین نے قید و بند کی صوبتیں جھیلنا شروع کر دی جس کا نقصان یہ ہوا کہ دین میں ایک خلاء آ گیا اور مسلمانوں کو ویسے بھی اس کے بعد شکست دینا بہت آسان مرحلہ بن گیا اس کا فائدہ دیگر مذاہب ہندوؤں اور انگریزوں مرہٹوں اور جن سے مسلمانوں کی جنگیں جاری تھی انہوں نے اٹھایا اس طرح مسلمان دن بدن کمزور اور طاقت میں ضعیف ہونا شروع ہو گئے۔ شاہ جہاں اور اس کا بیٹا اورنگزیب دین کا خادم تو بنا اس نے بہت سی اصلاحات بھی قائم کی جس کا سراسر فائدہ تو مسلمانوں کو ہی ہوا لیکن اورنگزیب کے بیٹوں کی آپس میں لڑائی نے ان اصلاحات کو بہت نقصان پہنچایا جس کے نتیجے میں بہت سے باغی گروہوں نے سر اُٹھایا اور علم بغاوت بلند کرنا شروع کر دی مغلیہ دور کے ان حکمرانوں کی بیخ کنی کرنے کی سب سے بڑی وجہ آپس میں اتحاد و تفاق کا نہ ہونا ہے جس کی وجہ سے دیگر طاقتوں کو بغاوت کرنے کا موقع ملا اس انتشار کے اندر انگریزوں نے اپنے قدم جمانا شروع کر دیے شروع شروع میں مذاحمت دکھائی لیکن آہستہ آہستہ مسلمانوں کی گرفت کمزور پڑنا شروع ہو گئی جس کے نتیجہ میں مغلیہ حکمران بس حکمرانی کا خواب دیکھنے لگے مرہٹوں اور ہندوؤں کے مقامی گروہوں نے سر اُٹھایا جس کے نتیجے میں باقی ماندہ سلطنت بھی کمزور پڑنا شروع ہو گئی قبائلی عمائدین اور سرداروں نے بھی لمحہ بہ لمحہ ساتھ دینا چھوڑ دیا جس کی وجہ سے مغلیہ حکمران دن بدن کمزور ہوتے چلے گئے۔

سوال نمبر 27: ''ادب اور تہذیبی روایات'' کا خلاصہ لکھیں۔

جواب۔

اس مضمون میں مصنف نے اعلیٰ تہذیبی روایات کو انسانی تمدن کا لازمہ قرار دیا ہے کہ ایسی روایات اور اقدار نہ صرف کسی قوم کا سرمایہ ہوتی ہیں بلکہ قوم کی رہنمائی کا فریضہ بھی سرانجام دیتی ہیں۔ ادب زندگی ہی کا ایک شعبہ ہے اس لیے وہ انسانی زندگی کی زندہ تہذیبی روایات سے منہ موڑ نہیں پاتا اور ان اقدار و روایات کو ایک قومی امانت سمجھتے ہوئے آئندہ نسلوں کو منتقل کرنے کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ کوئی بھی معاشرہ اپنی مخصوص اقدار و روایات سے کٹ کر تا دیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر معاشرے کو اپنی روحانی، سماجی، سیاسی، ثقافتی اور مذہبی و اخلاقی روایات اور اقدار بہت عزیز ہوتی ہیں۔ جو ادب اپنی روایات اور قدروں کو موضوع نہیں بناتا وہ گویا خلا میں معلق رہتا ہے، اس کی کوئی شناخت

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

بھی نہیں رہتی۔ ہمارے بزرگوں نے جن قدروں کو تحفظ اپنی زندگیوں میں کیا، ان کی حفاظت کا فریضہ ادب سرانجام دیتا ہے۔ تہذیب و تمدن ماضی سے استفادہ کرنے پر مجبور ہے، کیوں کہ حال سے مستقبل کی طرف بڑھنے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ ماضی کی زندہ روایات کے تسلسل سے شعور حاصل کیا جائے۔ کوئی بھی تہذیبی یا تمدنی تجربہ انسانی زندگی کو ماضی سے علیحدہ کر کے نہیں کیا جا سکتا۔ ماضی کی روایات اور قدریں جہاں کسی معاشرے کے رہنے سہنے والے افراد کی رہنمائی کرتی ہیں وہاں اعلیٰ ادب کی تعمیر و ترقی اور ارتقاء میں اہم ترین کردار ادا کرتی ہیں۔ معاشرے کے افراد صراط مستقیم سے ہٹیں یا ادب سے۔۔۔۔ یہ قدریں ان کی ایک ایک جنبش پر نظر رکھتی ہیں اور گمراہ نہیں ہونے دیتیں۔ ادب میں احتیاط کا شعر پیدا کرنا روایات کا اولین مقصد ہے۔

سوال نمبر 28 مختصر اور جامع جواب دیں۔

کاشان اکیڈمی

ا۔ نظریہ پاکستان سے کیا مراد ہے؟

نظریہ پاکستان سے مراد یہ تصور ہے کہ متحدہ ہندوستان کے مسلمان، ہندوؤں، سکھوں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں سے ہر لحاظ سے مختلف اور منفرد ہیں ہندوستانی مسلمانوں کی صحیح اساس دین اسلام ہے اور دوسرے سب مذاہب سے بالکل مختلف ہے، مسلمانوں کا طریق عبادت کلچر اور روایات ہندوؤں کے طریق عبادت، کلچر اور روایات سے بالکل مختلف ہے۔ اسی نظریہ کو دوقومی نظریہ بھی کہتے ہیں جس کی بنیاد پر 14 اگست 1947ء کو پاکستان وجود میں آیا۔

0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

۲۔ ناول اور افسانے میں کیا فرق ہے؟ (5)

جواب۔ ناول ایک ایسی فنکارانہ پیش کش ہے جس میں نفسیاتی اور فلسفیانی تجربے کے ساتھ مسائل زندگی حقیقی روپ میں سامنے آتے ہیں یہ ایک کیفیاتی فن ہے اس میں جذبات کی بجائے سکون و اعتدال اور خارجی زندگی میں ڈوب کر ابھرنے اور اس کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت بہت ضروری ہے۔

3۔ آغا حشر کے پانچ ڈراموں کے عنوانات تحریر کریں۔

(تراجم): سفید خون، اسیر حرص

(دیومالائی): سیتا بن باس، مدھر مرلی،

(متفرق): عورت کا پیار، خواب ہستی وغیرہ۔

۴۔ یک بابی ڈرامہ کیا ہوتا ہے؟

جواب: طویل ڈرامہ بہت سے لوازمات کہانیوں اور سلسلہ وار ل پر محیط ہوتا ہے اور اس میں مرکزی خیال اور نتائج کا ادراک مکمل ڈرامہ کو دیکھنے یا پڑھنے سے ہوتا ہے جبکہ یک بابی ڈرامہ دراصل یونانی لفظ ڈراؤ سے نکلا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ''عمل کر کے دکھانا''۔ اس طریقے سے اس کی تعریف ایسے کی جاسکتی ہے کہ ڈرامہ دراصل زندگی کی عملی تصویر کو کہا جا سکتا ہے۔ زندگی کے کسی بھی موضوع پر ڈرامہ بنایا جا سکتا ہے اور ڈرامے میں الفاظ کے ساتھ ساتھ کہانی کی عملی تصویر بھی دکھائی جاتی ہے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ ڈرامہ دراصل الفاظ اور اس کی عملی تصویر کا مجموعہ ہے۔

۵۔ ''آنگن'' کا مرکزی خیال کیا ہے؟

جواب:

خدیجہ مستور کے ناول۔ ''آنگن'' کا مرکزی خیال تقسیم ہند کے نتیجے میں مسلمانوں کی ذہنی و جسمانی حالت اور اس کے نتیجے میں ابھرنے والی فکر

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک ایف اے سے آئی کام بی اے بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی کی پی ایچ ڈی ایف اے ایم اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ی کش مکش اور الجھنوں کی تصویر کشی ہے ناول نگار نے آنگن میں جس دور کی ترجمانی کی ہے اس پر سیاست کے گہرے سائے ہیں اور اس دور کے تمام سیاسی وسماجی رجحانات اس ناول میں آگئے ہیں۔

سوال نمبر 29۔ جمیل الدین عالی کے سفر نامے''ایک رات'' کو توجہ سے پڑھیں اور اس کے اہم نکات اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

جواب:

جمیل الدین عالی نے تقریباً ساری دنیا کی سیاحت کی ہے مشرق ومغرب کے کئی ایک ملکوں کے سفر نامے ان کی کتابوں'' دنیا مرے آگے'' اور تماشا مرے آگے'' میں شامل ہیں اپنی فکری وسعت ،حقیقی واقعہ نگاری دل کش منظر نگاری سادہ اور شگفتہ مگر جذبات ست بھر پور اسلوب اور معلومات افزا مواد کی وجہ سے یہ سفر نامے قارئین میں بہت مقبول ہائے۔

☆مصنف کے نظریات کے عکاس:

عالی کے سفر نامے پاکستانی دور کے اولین سفر ناموں میں سے ہیں اگر ہم ان سفر ناموں کی خصوصیات پر نظر دالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ یہ عالی کے نظریات کے عکاس ہیں پاکستان کی محبت کی جو شمع سفر نامہ نگار کے سینے میں جل رہی ہے اس کی روشنی ان کے سفر ناموں میں چار سو پھیلی ہوئی ہے ان کے ہاں کشمیر اور فلسطین جیسے مسائل پر پاکستان کے اصولی موقف کی ترجمانی بھی نظر آتی ہے اور وطن عزیز کے خلاف سازشیں کرنے والوں پر کڑی تنقید بھی۔

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

☆سچ اور امن کے سفیر:

اپنے سفر ناموں میں وہ سچ اور امن کے سفیر بھی ہیں اور ظلم و ناانصافی کے خلاف سراپا احتجاج بھی ،وہ آزادی کی نعمت پر خدا کے حضور تشکر بھی کرتے ہیں اور کئی مقامات پر معاشرتی ناہمواریوں پر دنیاوی خداؤں سے شکوہ بھی کرتے نظر آتے ہیں۔

☆طنز ومزاح کا عنصر:

عالی کے سفر ناموں میں وہ اپنے وطن اور اس کی اقدار کا دوسرے ملکوں سے ایمان دارانہ موازنہ بھی ملتا ہے وہ بعض اوقات اپنوں کی نادانیوں پر کڑھتے بھی ہیں تاہم اس مٹی سے نسبت ان کے سر کو فخر سے بلند رکھتی ہے وہ اپنے وطن سے اپنی محبت کا دیوانہ وار اظہار کرتے رہتے ہیں اور یوں سفر نامہ نگار اور مادر وطن کا مقدس رشتہ ان سفر ناموں کو رومانوی خصوصیات سے بھی مالا مال کردیتا ہے

اس سفر نامے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم دنیا کی کسی بھی تہذیب میں کیوں نہ چلے جائیں ہمیں اپنے آبائی علاقہ و ملک کو بھی ضرور یادرکھنا چاہیے۔

سوال نمبر 30۔(الف) مندرجہ ذیل الفاظ اور تراکیب کے معانی لکھیں اور انہیں جملوں میں استعمال کریں۔

الفاظ	معنی	جملوں میں استعمال
میدان کار	عمل کا میدان	یہ دنیا میدان کار ہے اور آخرت کا تمام سامان اس کی فتح وشکست ہے۔
داہی	بے ہودہ ،لغو	داہی القابات اور گفتگو رزائل اخلاق کے زمرے میں آتے ہیں۔
لیل ونہار	دن رات	لیل ونہار اللہ تعالیٰ نے اپنے اپنے مدار میں متعین کردیے ہیں۔
پرخاش	رنج ،لڑائی	گھر میں پرخاش تعلقات ذہنی سکون برباد کردیتے ہیں۔
راجہ ہانی	دارالحکومت	استنبول ترکی کا راجہ ہانی ہے۔

(ب) مندرجہ ذیل الفاظ پر اعراب لگائیں۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس ،پروپوزل ،پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی کی پی ڈی ایف اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں اور ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختباری مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لے کر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لے کر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ,گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

تراویح۔دبیز۔دگرگوں۔نگہداشت۔الحاد۔پیہم۔جمعیت۔استوار۔مفاہمت۔

اعراب۔

تَرَاوِیح۔دَبِیز۔دِگَرگُوں۔نِگَہدَاشت۔اِلحَاد۔پَیہَم۔جَمعِیَت۔اُستوَار۔مُفَاہِمَت۔

سوال نمبر 31۔(الف) مرزا اسداللہ غالب کے خطوط کی خصوصیات پر نوٹ لکھیں۔

جواب۔

غالب اردو زبان وادب کی اس عظیم شخصیت کا نام ہے جو ایک عظیم تہذیب اور روایت کی امین ہی نہیں بلکہ اسے عظیم تہذیب اور روایت کا خالق بھی کہا جا سکتا ہے۔غالب کی شاعری ان کی روایت ہے اور ان کی تہذیب ان کی انسانیت ہے۔دونوں کو لازوال حسن اور لازوال قدر و قیمت حاصل ہے۔آج غالب کے انتقال کو ایک سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے لیکن ان کی شخصیت اور شاعری کی کرامت یہ ہے کہ ہمیں ان کی آواز ،اپنے عہد کی آواز نظر آتی ہے۔ان کے احساسات پر اپنے دور کے احساسات کا گمان گزرتا ہے اور زبان کا کوئی ادیب یا شاعر یہ دعویٰ نہیں کر سکتا ہے کہ اس نے کسی نہ کسی انداز میں غالب سے اثر قبول نہیں کیا۔بلاشبہ غالب فارسی اور اردو دونوں کے عظیم شاعر ہیں۔اس سلسلہ میں بہرحال اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری نظر آتا ہے کہ غالب کی جو عظمت ہے اور آج جو اس عالمگیر پیمانے پر ان کی عظمت کا اعتراف کیا جا رہا ہے وہ تمام تر ان کی اعلیٰ شاعری کی بناء پر ہے۔ان کے اس مرتبہ کا تعین ان کے چند سائل اور ان کے خطوط سے ہوتا ہے۔جو اردو معلٰی اور غالب کے خطوط کے نام سے مخیم جلدوں میں موجود ہیں۔غالب کی شخصیت اور فن میں حقیقت اپنی جگہ ایک کمال کا درجہ رکھتی ہے کہ اردو نثر میں ان کی کوئی مستقل تصنیف نہ ہونے کے باوجود صرف اُن کے خطوط نے اردو کے نثر کے ارتقاء میں ایک ناقابل فراموش کردار ادا کیا ہے اور وہ اس طرح کہ آگے چل کر جو سادہ اور سلیس انداز اردو نثر کا معیار ٹھہرا اس کا پہلا نمونہ خطوط غالب ہی میں ملتا ہے۔یعنی ایک مکتوب نگاری حیثیت سے غالب کو اردو کے تمام گزشتہ اور موجودہ مکتوب نگاروں پر فوقیت حاصل ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اردو کے بہترین مکتوب نگار ہیں۔یہ غالب ہی تھے جنہوں نے اردو میں خط لکھنے کے پرانے طریقوں کو ترک کر کے نئے طریقوں کی بنیاد رکھی اور خطوط کو ایک خاص قسم کا دلچسپ اور زندہ ادب بنا دیا۔

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

خطوط غالب کی خصوصیات: غالب سے پہلے اردو میں مکتوب نگاری کی جو مثالیں ملتی ہیں ان کی حیثیت انشاء پردازی کی سی ہے اور ان خطوط میں ایسا کوئی انداز نظر نہیں آتا کہ ہم انہیں نثر اردو میں ایک جداگانہ صنف کے طور شمار کر سکیں۔دراصل اب تک اس کے غیر واضح انداز کا سبب یہ تھا کہ خطوط نجی تحریروں کا درجہ رکھتے تھے۔غالب کی اجتہاد طبیعت نے ان انفرادی تحریروں کو اجتماعی تحریر بنا دیا۔غالب مندرجہ ذیل خصوصیات کی بناء پر اس صنف کے موجد ٹھہرے۔

(۱)پُرتکلف القاب وآداب اور نیاز مندانہ اختتام کی تبدیلی: غالب سے پہلے خطوط کی ابتداء کے بطور طویل پُرتصنع اور پُرتکلف القاب وآداب سے ہوتی تھی۔یہ القاب وآداب کسی ناقد کے الفاظ میں شرمناک حد تک پُرتکلف ہوتے تھے اور خط کی ابتداء ہی سے ایک ذہنی بوجھ پڑنا شروع ہو جاتا تھا۔خط کا معیار یہ سمجھا جاتا تھا کہ جس قدر پُرتصنع القاب وآداب ہوتے لکھنے والا اتنا ہی باشعور،مہذب اور لائق وفاضل سمجھا جاتا۔غالب نے اس طریقہ کو یکسر ختم کر دیا اور ایک عام فہم تخاطب کا لفظ استعمال کرتے ہوئے خط شروع کر دیا۔اسی طرح خط کے اختتام پر عاجزی انکساری و نیاز مندی کے اظہار کو ختم کرتے ہوئے صرف اپنا نام لکھنے پر اکتفا کیا۔

(۲)اختصار اور سادگی: غالب کے خطوط کی دوسری خصوصیات اختصار کے ساتھ براہ راست مقصد کا بیان ہے اس سے بیشتر خط کو معاملہ کی جزئیات میں اس قدر الجھایا جاتا تھا کہ اصل مقصد کوسوں دور جا کر کھلتا تھا۔غالب نے سادگی کے ساتھ اپنے حف مدّعا کو تحریر کر کے پڑھنے والے کیلئے خط میں ایک کشش پیدا کر دی۔

(۳)ڈرامائی انداز: غالب کی مکتوب نگاری کی ایک اہم خصوصیت ان کا ڈرامائی انداز ہے۔اس سلسلہ میں غالب نے اپنے ایک خط میں (جو مرزا حاتم علی مہر کو لکھا گیا تھا) اپنے انداز بیان کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

مرزا صاحب!میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے،ہزار کوس سے بزبان قلم باتیں کیا کرو ہجر میں وصل کے مزے لیا کرو۔

مرزا غالب کے اس انداز نے خطوط کو پُرلطف جاذبیت دی ہے۔ایسا لگتا ہے کہ دو آدمی آمنے سامنے بیٹھے گفتگو کر رہے ہوں۔

(۴)مزاح: غالب کے خطوط کی ایک اور خصوصیت ان کا مزاحیہ انداز ہے۔غالب کا ذہن زندگی کی حقیقتوں سے باخبر تھا وہ جانتے تھے کہ وقت کی غم پرستی زندگی کو ادھورا کر دیتی ہے چنانچہ اُنہوں نے اپنی تحریروں کو مزاح سے شگفتگی دی۔وہ کبھی شب وروز کی کیفیت پر ہنسے کبھی رسم ورواج پر مسکرائے مگر اس مزاح کا انداز یہ رکھا کہ وہ مذاق اور مرتبہ کے مطابق ہو وہ اپنی اس خصوصیت میں مواقع پر باکمال نظر آتے ہیں کہ تعزیت ناموں تک میں مزاحیہ شگفتگی اختیار کرتے ہیں۔ایسے مواقع پر بھی ان کا مقصد قاری کو دکھ اور کرب کی فضا سے نکال کر تازہ دم مسرّت کی فضا میں لانا ہوتا ہے۔

(۵)تاریخی اور معاشرتی واقعات: خطوط غالب کی اہمیت کا ایک اور پہلو اپنے عہد کی تاریخی اور معاشرتی تصویر کشی ہے انہوں نے ان تحریروں میں اپنے زمانہ کی معاشرت اور سیاست کی طرف واضح اشارے کئے ہیں خصوصاً ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی تاریخ کے باب میں ان کے خطوط نہایت کارآمد اور معتبر مواد فراہم کرتے ہیں۔

(۶)ادبی وفنی حیثیت: غالب کے خطوط کی ادبی وفنی حیثیت بھی اپنی جگہ مسلمّہ ہے۔انہوں نے ان میں فنی نکات پر بحثیں کی ہیں۔مختلف فنی اصطلاحات کی وضاحت کی ہے۔مشکل الفاظ کی تشریح بیان کی ہے اور اردو فارسی شعراء پر باوزن تبصرہ کیا۔ان صورت حال میں ان کی یہ تحریریں فن اور ادب میں تنقیدی اضافہ بھی ہے۔

(۷)نجی کمزوریوں کا اظہار: ان کے خطوط کے اس پہلو کو بھی ان کی خصوصیات ہی شمار کرنا چاہئے کہ ان میں ان کی اپنی نجی کمزوریوں کا اظہار بھی موجود ہے۔یہ بڑے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ،ایم ایس سی ،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،ایم اے ،ایم ایس سی ،ایم ایڈ، ایم فل ،پی ایچ ڈی ، الف اے ،ڈپلومہ ،ایم بی اے اور ایم ایس سی کی ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی مشقیں ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں۔پی ایچ ڈی ،ایم فل کے مقالوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ظرف اور حوصلے کی بات ہے کہ کوئی شخص اپنی ذات کے وہ گوشے بھی دوسروں کے سامنے پیش کردے جو دوسروں کی نظروں میں تاریک ٹھہرتے ہیں۔ غالب نے اپنے متعلق کچھ نہیں چھپایا وہ ان کمزوریوں کا اظہار ہمدردیوں کے حصول کے لئے نہیں کرتے بلکہ اپنی ذات اور اپنے فن کی صحیح پہچان کے لئے کرتے ہیں اس لیے کہ کسی شخصی پسِ منظر کو سمجھے بغیر کسی فن کار کے فن کو سمجھنا ممکن نہیں ہے۔

(۸) زبان کی خوبیاں: ان کے خطوط کی آخری خصوصیت ان کی زبان سے ہم رشتہ ہے۔انہوں نے مسقفی اور مسجع عبارت اور بھاری بھر کم الفاظ کی جگہ سادی اور عام فہم قسم کی زبان لکھی ہے۔ان خطوط کی زبان میں لطافت ہی لطافت ہے نہ کسی پر پھبتی ہے نہ پیچیدہ انداز متین الفاظ میں شوخ انداز ہے اور دل میں گھر کرنے والا لہجہ ہے۔ ان تمام خوبیوں کے پیش نظر خطوط غالب اردو نثر کی ایک ایسی جدت آمیز صنف ٹھہرے کہ جس کے آغاز اور انجام دونوں کا سہرا ان ہی کے سر ٹھہرا۔لوگوں نے انداز غالب کی تقلید بھی کرنا چاہی مگر ان کی سی بات کسی میں پیدا نہ ہوسکی۔

(۹) تبصرہ: ۱۸۴۰ء کے آس پاس مرزا غالب جو فارسی اور اردو کے متعلقہ عہد کے اکابر شعراء اور نثر نگاروں میں شمار ہوتے تھے۔خطوط نویسی کی طرف متوجہ ہوئے۔ زندگی اب بڑے مصروف ہو چلی تھی اور غالب کو قدرت کی طرف سے بطور خاص جدت پسند طبیعت ملی تھی۔ چنانچہ اُنہوں نے اردو نثر کو فارم کے اعتبار سے ایک جدید مختصر صنف سے روشناس کیا۔اردو نثر میں اگر چہ مکتوب نگاری کی یہ صنف اپنی بے مقصد سی طویل انشائی صورت میں موجود رہی تھی اور غلام احمد شہید، غلام غوث بے خبر اور دوسروں کے مکاتیب اردو میں موجود تھے مگر بدلتے ہوئے تقاضے اور رجحانات اس کی تشکیل کو چاہتے تھے۔

کاشان اکیڈمی

ڈاکٹر خورشید الاسلام لکھتے ہیں کہ

غالب ان لوگوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ بیدار تھے۔ان کی زندگی ان کے فن کا وسیلہ بن گئی اور اسی سبب غالب کے خطوط کی اہمیت غالب کے شعری نتائج فکر سے کم نظر نہیں آتی۔

0334-5504551

پروفیسر رشید احمد صدیقی نے لکھا ہے کہ

دل کے معاملے میں غالب کو ان کے اشعار کے انتخاب نے رسوا کیا ہو یا نہیں ان کے خطوط نے یقیناً ان کو سب کو محبوب بنا دیا ان کی شاعری میں ان کی فکر و تخیل جاگتا ہے تو ان کے خطوط میں زندگی اور شخصیت کا حسن اور حرکت ہے۔

Download Free Assignments from

اگر خطوط نویسی کو فنون لطیفہ میں جگہ دی جائے تو اردو میں اس کی مثال صرف غالب کے خطوط میں ملتی ہے۔کسی سے بات کرنا ہو تو اس میں کتنے ہی عناصر اپنا کام کرتے ہیں۔ اچھی گفتگو میں نقش، رقص، آہنگ اور شخصیت سب کچھ ایک ساتھ شامل ہوتے ہیں۔ شخص کی عدم موجودگی میں یہی کرشمہ غالب کے خطوط میں نظر آتا ہے۔زبان و بیان کے لحاظ سے بھی غالب نے مکتوب نگاری جیسی محدود اور نجی تحریر کو ہمہ جت بنا دیا اور اپنی اس نثری تحریر میں بقول **ڈاکٹر ابواللیث صدیقی**

Solvedassignmentsaiou.com

''روز مرّہ کی گفتگو کو زبان کا چٹخارہ دیا''۔

وہ خطوط نگاری کے رمز سے بہت پہلے سے واقف تھے اور اس کے آئین اور اصول ایک مختصر فارسی رسالے میں لکھ چکے تھے البتہ یہ امر خاص طور پر قابل بیان ہے کہ انہوں نے اردو زبان کے خطوط میں جو سادگی و سلاست پیش نظر رکھی وہ اُن کے فارسی خطوط میں بھی موجود نہیں۔ پھر ان کے حسب موقع اور حسبِ مرتبہ مزاح نے پڑھنے والے کے لئے ان کے خطوط میں دوہری کشش پیدا کردی۔

(ب) علامہ اقبال کے مکاتیب کے مختلف مجموعوں اور ان کے مرتبین کے نام لکھیں۔

جواب۔

☆ شاد اقبال مرتبہ ڈاکٹر محی الدین زور

☆ اقبال کے خطوط جناح کے نام مرتبہ حمید اللہ ہاشمی

☆ اقبال نامہ حصہ اوّل و دوم مرتبہ شیخ محمد عطا اللہ

☆ اقبال از عطیہ بیگم مرتبہ بشیر احمد ڈار

☆ مکاتیب اقبال بنام گرامی مرتبہ عبداللہ قریشی

☆ خطوط اقبال مرتبہ رفیع الدین ہاشمی

☆ مکتوبات اقبال بنام نذیر نیازی

☆ کلیات مکاتیب اقبال مرتبہ مظفر حسین برنی

سوال نمبر2۔ مختصر جواب دیں۔

ا۔ لوک ادب سے کیا مراد ہے؟

جواب: لوک کہانی سے مراد ایسی کہانی ہے یا نظم و نثر ہیں جو عوام کے خیالات، جذبات اور احساسات کی ترجمانی کرتی ہے۔لوک کہانیوں کا ایک وصف یہ ہے کہ یہ تحریری شکل میں نہیں ہوتی بکہ سینہ بہ سینہ اور نسل در نسل ہم تک پہنچتی ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی واقعوں سے لیکر وزری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، ایم اے، ایم ایس سی، ایم ایڈ، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی مشقیں ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

۲۔ لالچی وزیر کا مرکزی خیال کیا ہے۔

جواب۔

لالچی وزیر کا قصہ انسان کی حرص وہوس کی ترجمانی کرتا ہوا نظر آتا ہے کیوں کہ ہر انسان کی فطرت میں یہ بات ازل سے شامل رہی ہے کہ اگر اس کے پاس ایک پہاڑ جتنا سونا ہے تو اسے دوگنا کر دے اس حوص نے انسان کو اندھا کر دیا ہے اور وہ اس لالچ میں بھاگتا جا رہا ہے۔اس کہانی میں بھی گڈریے نجیب وزیر سے اس کے متعلق دریافت کیا تو اس نے یہ داستان سنادی کہ کس طرح بادشاہ نے اسے حکم جاری کیا کہ وہ اگلی صبح تک سب سے خراب چیز لے کر آئے ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔اب مجھے تو کیا معلوم کہ سب سے بری چیز کون سی ہے جسے بادشاہ بھی سب سے بری تسلیم کرے سوجب میں نے تمہاری بکریوں کے گلے میں سونا دیکھا تو دل میں یہ بات ٹھان لی کہ بادشاہ کے دربار میں سونا لے جاؤں گا اور کہوں گا کہ دنیا کی سب سے بری چیز یہی ہے دنیا کے فسادات کی جڑ بھی یہی سونا ہے۔اس پر گڈریے نے وزیر کو یہ بات بھی ذہن نشین کرانے کی کوشش کی کہ دنیا میں سونا اتنی آسانی سے نہیں ملا کرتا، دنیاوی مال ودولت کے حصول کے لیے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں تج کہیں جا کر سونے کے پہاڑ جیسے خزانے انسان کے ہاتھ لگتے ہیں۔

۳۔ ماہرالقادری کا اصل نام کیا تھا وہ کہاں پیدا ہوئے اور کس شہر میں وفات پائی؟

جواب۔

ماہرالقادری کا اصل نام منظور حسین تھا۔تخلص ماہر جبکہ شہرت ماہرالقادری کے نام سے پائیماہرالقادری شروع سے ہی دینی مزاج رکھتے تھے۔ان کی نسبت سلسلہ قادریہ سے تھی۔اسی نسبت سے القادری ان کے ادبی نام وتخلص کا مستقل حصہ بن گیا۔30 جولائی 1906ء کوصوبہ یوپی (انڈیا) کے ضلع بلندشہر کے ایک قصبے کیسر کلاں میں پیدا ہوئے۔جدہ میں ایک مشاہرے کے دوران دل کا دورہ پڑا اور وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے وصیت کے مطابق مکہ مکرمہ میں ہی دفن ہوئے۔

کاشان اکیڈمی
0334-5504551

۴۔ غزل کا لفظی واصطلاحی مفہوم بیان کریں۔

جواب۔ لفظ غزل ''غزالہ'' سے نکلا ہے غزالہ ہرن کی آنکھ کو کہا جاتا ہے ہرن کی آنکھ بہت خوبصورت ہوتی ہے انداز وبیان میں غزل سے مراد خوبصورت، زیبا،نظر کو لبھانے والی یا ایسا بیان والفاظ کا چناؤ جو تحریر میں سموکر جاذبیت، احساسات اور فرحت جذبات کی ترجمانی کر سکے غزل کہلاتی ہے۔

Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

۵۔ مرزاغالب کے پانچ کتابوں کے نام لکھیں۔

جواب۔

۱۔ دیوان اردو

۲۔ کلیات فارسی۔

۳۔ عود ہندی

۴۔ اردوئے معلیٰ

۵۔ قاطع برہان

۶۔ مہرِ نیم روز

سوال نمبر 32۔میر درد کی غزل کو توجہ سے پڑھیں۔اس کے کوئی سے پانچ اشعار منتخب کر کے ان کی اپنے الفاظ میں تشریح کریں۔

جواب۔

جواب:

شعر نمبر ۱: ہم تجھ سے کس ہوس کی فلک جستجو کریں
دل ہی نہیں رہا، جو کچھ آرزو کریں

مشکل الفاظ کے معنی: ہوس: لالچ فلک: آسمان

تشریح: عام طور پر شاعر اپنی محرومیوں اور بدنصیبیوں کو آسمان یعنی قدرت کو یہی منظور تھا، کہتے ہیں۔خواجہ میر درد بھی کچھ اس طرح کا اظہار کرتے ہیں کہ اے آسمان ہم تجھ سے کس چیز کی تمنائیں کریں کیونکہ ہمارے دل کے اندر کوئی تڑپ ہی نہیں رہی کیونکہ ہمارے دل مردہ ہو چکے ہیں۔دراصل شاعر اپنے اس شعر میں اپنے صوفیانہ مزاج اور طبیعت کو ظاہر کر رہا ہے اور ہوس کا لفظ درحقیقت مصنف نے دنیا کے لالچ کیلئے استعال کیا ہے۔ان کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اللہ سے نہ ہی مانگنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور نہ ہی اب ہمارے اندر وہ تڑپ رہی ہے کہ ہم ایسا مانگیں کہ اس کی طرف سے رحم کے دروازے کھل جائیں کیونکہ ہم دنیا میں بہت مگن ہو گئے ہیں۔

شعر نمبر ۲: مٹ جائیں ایک آن میں کثرت نمائیاں
ہم آئینے کے سامنے جب آکے ہو کریں

مشکل الفاظ کے معنی: ایک آن میں: پل بھر میں کثرت نمائیاں: ایک سے زیادہ ہونے کے

میٹرک سے لیکر ایم اے،ایم ایس سی،ایم فل تک تمام کلاسز کی واحد ویب سائٹ جہاں سے آپ فری میں اپنی مشقیں ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ وزٹ کریں

میٹرک،ایف اے،آئی کام،بی اے،بی کام،بی ایڈ،بی ایس،ایم اے،ایم ایس سی،پی ایچ ڈی،اسائمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ۔گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

تشریح: اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ آئینے میں انسان کو اپنی ذات کے علاوہ اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ دراصل شاعر خواجہ میر درد کے یہاں کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب انسان اپنے آپ میں مگن ہو کر اور سنجیدگی سے جب غور کرتا ہے تو حقیقت اس پر نمایاں ہو جاتی ہے اور اسے ایک سے زیادہ مظاہر نظر آنے کی بجائے صرف اور صرف ہر جگہ اور ہر چیز میں اپنا خالق حقیقی ہی نظر آتا ہے۔ یہاں بھی دراصل شاعر اپنے صوفیانہ مزاج کا ہی اظہار کر رہا ہے۔ دل اور آئینے میں مماثلت کی بنیاد پر صوفیانہ خیال ظاہر کیا گیا ہے اور یہ انسان کا غیر سطحی مشاہدہ ہی ہے کہ مسلمان ہو کر بھی در در کی ٹھوکریں کھا رہا ہے۔

شعر نمبر ۳: تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

مشکل الفاظ کے معنی: تر دامنی: دامن کا گناہوں سے آلودہ ہونا　　شیخ: مذہبی رہنما

تشریح: میر درد شیخ اور صوفی کا موازنہ کرتے ہوئے اور شیخ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ تو شاید ہماری ظاہری حالت کو دیکھ کر ہمیں بہت زیادہ گناہ گار سمجھتا ہے اور درد کہتے ہیں کہ شاید تیرا یہ اندازہ غلط ہے۔ جس دامن کو تو گناہوں سے آلودہ سمجھتا ہے اگر اس دامن کو نچوڑ دیا جائے تو اتنا صاف پانی حاصل ہوگا کہ فرشتے بھی اس سے وضو کر لیں۔ درحقیقت اس شعر میں ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کی ظاہری حالت کو دیکھ کر اسے گناہ گار نہیں کہنا چاہیے کیونکہ دلوں کے بھید تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہی جانتی ہے اس کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔ شاعر شیخ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ شاید جسے تو گناہ گار سمجھ رہا ہو اس کا ایمان اندر سے اتنا مضبوط ہو کہ فرشتے بھی اس پر رشک کریں۔

کاشان اکیڈمی
0334-5504551

شعر نمبر ۴: سرتا قدم زبان ہیں جوں شمع گو کہ ہم
پر یہ کہاں مجال جو کچھ گفتگو کریں

مشکل الفاظ کے معنی: سرتا قدم: سر سے لے کر پاؤں تک　　مجال: ہمت، طاقت

Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

تشریح: شاعر یہ تصور کرتے ہیں کہ لو اپنے رنگ، ساخت اور حرکت کی بناء پر زبان سے مماثلت رکھتی ہے یعنی اس کا جو شعلہ جلتا ہے اس کی شکل زبان سے ملتی جلتی ہے لیکن پھر بھی زبان کے برعکس شمع انتہائی خاموشی سے جلنے کا کام کرتی ہے۔ اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے خواجہ میر درد فرماتے ہیں کہ ہم شمع کی طرح خود سراپا زبان ہیں لیکن اس کے باوجود ہمیں اپنے محبوب کے سامنے کچھ کہنے کی ہمت ہی نہیں ہے۔ دراصل اس کا فرق بہت واضح ہے کہ شمع خاموشی سے جلنے کے باوجود ہر کوئی دیکھ لیتا ہے کیونکہ وہ خود اپنی طرف مائل کرتی ہے اور شاعر ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ شمع کی طرح ہم جل کر مر بھی جائیں تب بھی ہمارے محبوب کو خبر نہیں ہوتی۔ وجہ یہ ہے کہ ہماری زبان اپنے محبوب کے سامنے بالکل بند ہو جاتی ہے اور اس کے حسن و جمال میں ہم اس طرح کھو جاتے ہیں کہ ایک لفظ بھی اپنی زبان سے ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ ہمارے اندر ہمت ہی نہیں ہے کہ ہم اسے اپنے اندر کے حالات سے آگاہ کر سکیں۔

شعر نمبر ۵: ہر چند آئینہ ہوں پر اتنا ہوں نہ قبول
منہ پھیر لے وہ جس کے مجھے رو برو کریں

مشکل الفاظ کے معنی: ہر چند: اگرچہ　　منہ پھیر لے: نفرت کرے

تشریح: لوگ جب آئینے میں اپنا عکس دیکھتے ہیں تو جو بہت زیادہ خوبصورت ہوتے ہیں وہ تو اپنی شکل دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں لیکن وہ جو زیادہ خوبصورت نظر نہیں آتے، آئینہ دیکھنے کے بعد اور زیادہ پریشان ہو جاتے ہیں اور نفرت سے آئینہ سے ہٹ جاتے ہیں۔ خواجہ میر درد بھی اپنے آپ کو ایک آئینے سے تشبیہ دیتے ہیں لیکن ساتھ وہ یہ گلہ بھی کرتے ہیں کہ مجھے دیکھ کر لوگ اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیتے ہیں۔ کیونکہ آئینے کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ حقیقت کو انسان پر واضح کر دیتا ہے۔ دراصل خواجہ میر درد ایک صوفی شاعر ہیں اور جو صوفی ہوتا ہے وہ ہر قسم کی خرابیوں اور تکلفات سے دور ہوتا ہے اور اس کا دل بھی آئینے کی طرح صاف اور شفاف ہوتا ہے۔ جو کوئی بھی اس میں جھانک کر دیکھتا ہے اگر اسے اپنی صورت اچھی نہ لگے تو بجائے اپنی اصلاح کرنے کے، اس آئینہ نما دل کو ہی بُرا بھلا کہنے پر اُتر آتا ہے۔

شعر نمبر ۶: نے گل کو ہے ثبات، نہ ہم کو ہے اعتبار
کس بات پر چمن ہوس رنگ وبو کریں

مشکل الفاظ کے معنی: ثبات: پائیداری　　ہوس رنگ وبو: عیش وعشرت کی خواہش

سوال نمبر 33: (الف) میر انیس کی نظم ''صبح شہادت'' کا خلاصہ لکھیں؟

جواب: <u>**صبح شہادت کا خلاصہ**</u>

نظم ''صبح شہادت'' میر انیس کے ایک مرثیے کا ٹکڑا ہے اس میں شاعر میدان کربلا میں دسویں محرم کی صبح کی منظر کشی کرتے ہیں میدان کربلا میں یہ صبح بلا کر دلکش

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایس سی، ایم ایڈ، ایم فل، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

تھی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔درخت مستی میں جھوم رہے تھے ہر طرف سبزہ ہی سبزہ تھا اور سبزے کے اس فرش پر شبنم کے قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے جب بادِ صبا صحرا میں چکر کاٹتی ہوئی چلتی تھی تو غنچوں کے چٹکنے کی آوازیں صاف سنائی دیتی تھیں۔دسویں محرم کی صبح کربلا بے حد حسین تھی ہر طرف پھول کھلے تھے اور بلبلیں گیت گا رہی تھیں یہ وقت عبادت تھا اور نباتات اور حیوانات خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا اور عبادت میں مشغول تھے پھر میر انیس صبح کربلا کا ایک اور منظر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت امام حسینؓ صبح کی نماز ادا کرنے مصلے پر تشریف لائے عین اس وقت کہ اذان ہو رہی تھی اور لشکر عبادت کے لیے تیار ہو رہا تھا عین اس وقت طبل جنگ بجا۔گویا دشمن نے اعلان جنگ کر دیا۔حضرت امام عالی مقام نمازی ایسے کہ ان کی زبان سے حدیث اور قرآن ادا ہوتے اور عبادت گزار ایسے کہ تلواروں کے سائے میں سجدے ادا کیے یعنی عین حالت جنگ میں بھی نماز سے غافل نہیں رہے۔

(ب) اکبر الہ آبادی کی نظم ''اگر مذہب گیا'' پڑھ کر ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟تفصیل سے بیان کریں؟

کاشان اکیڈمی

جواب:

اگر مذہب گیا:

اکبر الہ آبادی کا دور کشمکش کا دور تھا۔ایک طرف تہذیب کی تقلید کار جحان بڑھ رہا تھا روشن خیالی اور آزادہ روی کے طفیل مذہب اور اسلامی اقدار سے دوری اور فاصلہ بڑھ رہا تھا،جب کہ ایک طبقہ اس جدت پسندی کے خلاف تھا اکبر اس دوسرے طبقے کے نمائندے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ:

0334-5504551

میرے دوست کا اس بات پر اصرار جاری ہے کہ اس دور میں مذہب چھوڑ دینے سے کچھ فرق نہیں پڑتا جب کہ مجھے اصرار ہے کہ مذہب ملت اور مسلمانوں کے اتحاد کی بنیاد ہے اگر اسے نظر انداز کر دیا جائے تو پھر ہمارے اتحاد و یگانگت کی بنیاد باقی نہیں رہتی۔اکبر دوست کو سمجھا رہے ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ ہمارے اعتقادات اور ایمان کا اثر اخلاق پر پڑتا ہے خدا،رسول ﷺ کتاب اللہ اور آخرت پر ایمان انسان میں خدا خوفی اور جواب دہی کا احساس پیدا کرتا ہے اگر مذہب کا اثر ختم ہو جائے تو پھر دوسری کوئی چیز یہ احساس جواب دہی پیدا نہیں کر سکتی اور نہ ہی کسی کو راہِ راست پر رکھ سکتی ہے۔اکبر اس دور کے لا مذہب اور بے دین طبقے کا نقشہ کھینچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذہب کے بغیر قوم بے بنیاد ہو جاتی ہے صرف کچھ نامکمل اور ادھورے سے مسائل پر بحثیں کھانا پینا وغیرہ بس جینے کے لیے یہی مقاصد باقی رہ گئے قوم کا مفہوم ہی بدل گیا اور نیشلزم کے جدید تصورات نے سب کچھ بدل دیا ہے۔اکبر ملی اتحاد سے مایوس نظر آتے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یہ اتحاد ختم ہو چکا ہے قوم مایوسی کا شکار ہو کر فرقوں میں بٹ چکی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ کسی بھی معاملے میں ان کی رائے اور راہ ایک نہیں رہی۔ایک دور تھا کہ حالات بہتر تھے مسلمانوں کو ملازمتیں مل جاتی تھیں لیکن اب وہ سارا لائحہ عمل تبدیل ہو چکا اور انگریزوں کی پالیسی معاندانہ ہے اس لیے دانشمندی کا تقاضا ہے کہ مسلمان مذہب کا دامن تھامے رکھیں۔قوم اگر مذہب سے بیزار ہو گئی اور اسے چھوڑ دیا تو سوچ کہ اس کا متبادل کیا ہے؟کیا اس کے بغیر فلاح کی کوئی راہ ہے؟مذہب سے لاتعلق ہو کر ہم دین و دنیا دونوں سے جائیں گے اس لیے مذہب ضروری ہے۔

Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

سول نمبر 34(الف) مندرجہ ذیل صنعتوں کی تعریف کریں اور مثالیں بھی دیں۔

جواب۔

صنعتِ تکرار: کسی شعر میں کسی لفظ کا بار بار آنا تکرار کہلاتا ہے۔

صنعت لف ونشر غیر مرتب: صنعت لف ونشر مرتب کا مطلب ہے کہ کسی بات کا ذکر ایک ترتیب سے کرنا اور پھر اس سے متعلقہ اشیا کا بھی اسی طرح اسی ترتیب یا اسکی الٹی ترتیب سے کرنا اگر تمام چیزوں میں ترتیب پوری نہ ہو تو یہ لف ونشر غیر مرتب ہو گی۔

نہ ہمت، نہ قسمت، نہ دل ہے، نہ آنکھیں　　　　نہ ڈھونڈا، نہ پایا، نہ سمجھا، نہ دیکھا

صنعتِ تجنیس: کلام میں دو ایسے الفاظ لانا، جو شکل اور تلفظ میں ایک جیسے ہوں مگر معانی مختلف ہوں۔

صنعتِ حسنِ تعلیل: تعلیل کے معنی ہیں وجہ بیان کرنا۔اس صنعت میں کسی کلام میں کسی بات کی ایک وجہ بیان کی جاتی ہے جو حقیقت میں اصل وجہ نہیں ہوتی لیکن یہ توجیہہ کلام میں حسن پیدا کرتی ہے۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں　　　　خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

پھولوں کا کھلنا.....مرنے والوں کا نیا روپ نہیں ہے لیکن علت یہ بیان کی گئی ہے۔یا آتش کا یہ شعر:

(ب) یوم اقبال کی تقریب کی روداد لکھیں؟

جواب:

یوم اقبال کی تقریب: علامہ اقبال ایک عظیم شاعر،فلسفی اور ملی و قومی رہنما تھے۔ہمارے ہاں یہ روایت پختہ ہو چکی ہے کہ ان کے یوم پیدائش پر بڑی بڑی تنظیمیں اور مختلف تعلیمی اداروں کی انجمنیں مختلف تقریبات منعقد کر کے انھیں خراجِ عقیدت پیش کرتی ہیں حسبِ روایت اس سال بھی ہمارے ادارے گورنمنٹ کالج میں بزمِ اقبال نے قائد

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی کی پی ڈی ایف، اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں۔ اور ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقوں کے لیے کاشان اکیڈمی سے رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

اعظم ہال میں یوم اقبال کی مناسبت سے تقریب کا انعقاد کیا جس کی صدارت کالج کے پرنسپل پروفیسر سید امتیاز علی قریشی نے کی اور مہمان خصوصی ممتاز اقبال شناس پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر تھے۔ نظامت کے فرائض کالج کی بزمِ اقبال کے سیکرٹری پروفیسر خالد ممتاز نے انجام دیئے۔ تقریب کا آغاز ۹ بجے تلاوتِ کلامِ پاک سے ہوا۔ تلاوت سالِ دوم کے طالب علم قاری نوید شاہ نے کی اس کے بعد نعتِ رسول مقبول ﷺ سالِ چہارم کے طالب علم اور بزمِ ادب کے سیکرٹری اطلاعات انجم اقبال نے پیش کی اب اسٹیج سیکرٹری نے تعارفی کلمات میں شاعر مشرق کی شخصیت اور ان کے فکر وفن کا مختصر ذکر کرتے ہوئے امتِ مسلمہ کے لیے ان کی خدمت کو سراہا اور مہمان خصوصی پروفیسر ڈاکٹر صابر ایوب کا مختصر تعارف بھی کرایا انھوں نے آج کالج کے معروف مقرر ملک محمد یونس کو دعوت دی کہ وہ اقبال اور نژادِ نو کے موضوع پر اظہار خیال کریں نوجوان مقرر نے بتایا کہ اقبال نوجوان کو بہت اہمیت دیتے تھے اور انھیں اپنی امیدوں کا مرکز تصور کرتے تھے کیوں کہ اقبال فلاحِ انسانیت کے لیے جو کچھ کرنا چاہتے تھے وہ سب کچھ نوجوان ہی کر سکتے ہیں انھوں نے نوجوان نسل سے متعلق اقبال کے افکار اور اشعار پیش کیے ان کی تقریر ختم ہوئی تو ہال تالیوں کے شور سے گونج اٹھا۔

اب کلامِ اقبال کرنے کے لیے آصف صدیقی صاحب کو دعوت دی گئی انھوں نے نظم ،خودی کا سرِ نہاں لا الہ الا اللہ نہایت رقت اور خوش الحانی سے پڑھی۔ اقبال کے کلام کو تاثر اور آصف صدیقی کی آواز ایک سماں بندھ گیا۔ شاید کچھ حالات کا اثر تھا کہ کئی آنکھیں نم ناک ہو گئیں۔ اس کے بعد اقبال کا تصور خودی کے موضوع پر پروفیسر فریدخٹک نے اپنا مقالہ پیش کیا۔ انھوں نے سادہ تر الفاظ میں اقبال کے نظریہ خودی کی وضاحت کی ان کے انداز بڑا دل نشین تھا اور حاضرین نے مقالے کے اختتام پر انھیں بے پناہ داد دی۔ اب کلامِ اقبال پیش کرنے کے لیے حماد احمد کو دعوت دی گئی انھوں نے اقبال کی ایک نظم خضرِ راہ سے منتخب کلام پیش کیا:

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

زندگی کی حقیقت کا موضوع، اقبال کے افکار اور حماد احمد کی آواز نے مل کر دلوں کو بہت متاثر کیا۔ طلبہ نے مزید کلامِ اقبال سننا چاہا، لیکن سٹیج سیکرٹری نے تقریب کو ضابطے کے مطابق ہی چلایا۔ اب اسٹیج سیکرٹری نے مہمانِ خصوصی پروفیسر ایوب صابر کو دعوت خطاب دی۔ اس سے قبل کہ پروفیسر صاحب اپنی تقریر شروع کرتے، اُردو کے پروفیسر اعظم خالد نے مہمانِ خصوصی کا تعارف کرایا کہ موصوف محقق اور کئی اہم کتابوں کے مصنف ہیں۔ انھیں اپنی کتاب ''اقبال دشمنی۔۔۔ایک مطالعہ'' پر صدارتی ایوارڈ بھی مل چکا ہے انھوں نے مدتوں گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج ایبٹ آباد میں پڑھایا۔ اقبالیات میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کیا اور اب اقبال و اقبالیات ہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے کئی عالمی کانفرنسوں میں شرکت کر چکے ہیں۔ طلبہ نے پرمسرت انداز میں ان کا استقبال کیا۔ موصوف نے حمد و ثنا کے بعد موقع کی مناسبت سے پہلے پرنسپل، بزمِ اقبال اور طلبہ کا شکریہ ادا کے اور اس کے بعد اقبال کا پیغام کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انھوں نے حیاتِ اقبال کے اہم واقعات اور مختلف مواقع پر اقبال کی تقاریر اور کلامِ اقبال سے مختلف اشعار کے حوالے سے یہ بات ذہن نشین کرائی کہ ہمارے بہت سے مسائل کا حل اقبال نے کیوں کر پیش کیا، انھوں نے ضمناً یہ بھی بتایا کہ اقبال شناسی میں کئی دیگر اقوام اور اداروں نے پیش قدمی کی ہے اور دنیا بھر کی کئی ایک یونیورسٹیوں میں اقبال چیئر موجود ہے اور پیام اقبال کو سمجھنے کی کوشش جاری ہیں کلام اقبال کے تراجم بہت سی زبانوں میں ہو چکے ہیں اقبال کے پیغام کا نچوڑ یہ ہے کہ اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی ہی میں انسانیت کی نجات کا راز مضمر ہے۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

تقریب کے آخر میں صدرِ جلسہ نے مہمان خصوصی کا شکریہ ادا کیا اور مختصراً افکارِ اقبال پر روشنی ڈالی انھوں نے یہ بھی اعلان کیا کہ آئندہ ہر سال یوم اقبال کے موقع پر بہترین کلامِ اقبال پڑھنے والے اور اقبال کے افکار پر مضمون نویسی کے مقابلے میں اول اور دوم آنے والے طالب علموں کو انعامات دیے جائیں گے تقریب بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی اور ہم سب خوشی خوشی گھر آ گئے۔

سمسٹر : خزاں 2015ء

سوال نمبر 351: مندرجہ ذیل اقتباسات کی تشریح کریں۔ سبق کا عنوان اور مصنف کا نام بھی لکھیں؟

جواب: (الف) ''نہایت سچا قول ہے کہ غلامی۔۔۔۔۔۔کس درجے تک ترقی دینا چاہیے''۔

سبق کا نام: غلامی ایک لعنت ہے مصنف کا نام: سرسید احمد خان

تشریح: اس اقتباس میں مصنف سرسید احمد خان غلامی کے نقصانات کا ذکر کرتے ہیں کہ غلامی کی وجہ سے وہ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے آزاد اور کئی صلاحیتوں کا مالک پیدا کیا ہے، غلامی کی وجہ سے وہ احساس کمتری اور ذہنی پسماندگی کا شکار ہو جاتا ہے۔ بقول سرسید احمد خان:

یہ قول بہت حد تک سچا اور کھرا ہے کہ غلامی کی حالت غلاموں کے خیالات اور اخلاق کو خراب اور ابتر کر دیتی ہے۔ اس سے پچھلے پیراگراف میں مصنف اس نقصان کی وجوہات کا تجزیہ کرتے ہیں کہ غلاموں کو چونکہ روٹی اور کپڑے کے علاوہ اور کوئی حق نہیں دیا جاتا اس لیے وہ حقوق اور فرائض سے بے خبر رہ کر ہی زندگی گزار دیتا ہے۔ اور اس بے علمی کی وجہ سے غلام خود بھی کئی قسم کے دینی و دنیوی گناہوں کا مرتکب ہوتا رہتا ہے۔ اور اپنے نفس کو قابو میں نہیں رکھ سکتا ہے کیونکہ جو قوت اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی خواہشات کو اعتدال میں رکھنے کے لیے عطا کی ہے وہ غلامی کی وجہ سے زائل ہو جاتی ہے۔ اس پیراگراف میں بھی مصنف اپنے موضوع کو آگے بڑھاتے ہوئے ایک بہت

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی الف اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

بڑی معاشرتی برائی کا ذکر کرتا ہے کہ چونکہ غلاموں کے حقوق کا خیال نہیں رکھا جاتا اس لیے وہ بھی موقع ملنے پر دوسروں استحقاق پائمال کرنے اور ضائع کرنے سے دریغ نہیں کرتے کیونکہ وہ انصاف اور انسانیت سے واقفیت نہیں رکھتے۔ اور اسی وجہ سے چوری، جھوٹ بولنا وغیرہ ان کا روزمرہ کا کام ہوتا ہے۔ اور اس میں وہ اتنے پختہ ہو جاتے ہیں کہ ان کو سمجھانا بھی خارج از امکان ہو جاتا ہے۔ گویا ان کی خالت بہت خراب ہو جاتی ہے۔ اور اس خرابی کا اثر ان کے جسم سے زیادہ ان کی روح پر ہوتا ہے۔ انسانی کی روح جس حد تک خراب ہو سکتی ہے غلامی اس کے خراب کرنے کو کافی ہے۔ کیونکہ غلامی سے اس کے اندر اس بات کا احساس ختم ہو جاتا ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ انسان کی اہمیت کیا ہے؟ یا میں کیا ہوں اور مجھے کیا ہونا چاہیے؟ یا اللہ تعالیٰ نے مجھے کتنی قوتیں عطا کی ہیں اور میں ان کا صحیح استعمال کس طرح کر سکتا ہوں اور ان صلاحیتوں کو کس حد تک ترقی دے سکتا ہوں اور اپنے دفاع اور کامیابی کیلئے استعمال کر سکتا ہوں۔

(ب) ''یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ۔۔۔۔۔اپنے مستقبل کو سنوار سکیں''۔

جواب: سبق کا نام: نظریہ پاکستان مصنف کا نام: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

تشریح: یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ دنیا میں قومیت کی تشکیل کی دو بنیادیں ہیں ایک وہ جو مغربی مفکرین نے قائم کی ہے اور دوسری وہ جو رسولِ مقبول ﷺ کی قائم کی ہوئی ہے۔ اہلِ مغرب نے خاندانی، نسلی اور قبائلی بنیادوں میں ذرا وسعت پیدا کر کے قومیت کی بنیادیں جغرافیائی حدود پر استوار کیں اور کہا کہ قوم وطن سے بنتی ہے۔ اس نظریے کی وجہ سے دنیا کے انسانوں کے درمیان تباہی کا جو دروازہ کھلا، وہ دو عالمی جنگوں کے ہونے سے بخوبی ظاہر ہے یہ وطنی قومیت ہی کی بنیاد پر لڑی گئی تھیں اور یہ وطنی قومیت جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو تحفظ دینے میں تو بالکل ہی ناکام تھی کیوں کہ جنوبی ایشیا کے مسلمان اس نظریے کے تحت ایک مجبور اقلیت بن جاتے۔ قومیت کی دوسری بنیاد وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ملتِ اسلامیہ کی تشکیل کرتے وقت قائم فرمائی اور جو مغرب کے تصورِ قومیت سے جدا ہے جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے بھی فرمایا ہے:

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی ﷺ
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

مسلمانوں کی قومیت ایک نظریاتی قومیت ہے جو ''لا الہ الا اللہ'' پر قائم ہے۔ یعنی یہ کہ نسل، رنگ اور وطن کی بنیاد پر نہیں، بلکہ ایک نظریے، ایک عقیدے، ایک کلمے کی بنیاد پر وجود میں آئی ہے اور اس نظریاتی پہلو کو نمایاں کرنے کے لیے اسے ملت کہا گیا ہے ایسی نظریاتی قومیت میں ہر نسل، ہر رنگ اور ہر جغرافیائی خطے کے لوگوں کے لیے جگہ ہوتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو، جن میں ہر نسل، ہر رنگ اور مختلف جغرافیائی خطوں کے لوگ شامل تھے ایک ایسی قوم کے ماتحت اقلیت بن کر رہنا منظور نہ تھا جو اسلامی قومیت کے برعکس ذات پات، چھوت چھات اور بت پرستی کے بندھنوں میں جکڑی ہوئی تھی۔ چناں چہ انھوں نے اپنی جداگانہ قومیت، یعنی اسلامی قومیت کی بنیاد پر اپنے لیے ایک جدا وطن کا مطالبہ کیا جس میں وہ اپنے عقیدے، اپنے نظریۂ زندگی، اپنے طرزِ معاشرت کے مطابق زندگی بسر کر سکیں اور ایک مسلمان کی حیثیت سے دورِ جدید کے چیلنج کا مقابلہ کر کے اپنے مستقبل کو سنوار سکیں۔

سوال نمبر 36: ''آنگن'' کا خلاصہ اپنے الفاظ میں تحریر کریں؟

جواب: آنگن کا خلاصہ: آنگن کے مرکزی کردار عالیہ نے جس گھر میں آنکھ کھولی تھی وہاں کا ماحول اس کے پھوپھی زاد صفدر کی وجہ سے کشیدہ رہتا تھا۔ صفدر جسے عالیہ کے والد ہی پال پوس رہے تھے، کی والدہ سلمیٰ پھوپھی گھریلو ملازم سے شادی کے بعد، دق کی بیماری سے فوت ہوگئی تھیں۔ صفدر کو پڑھائی کی غرض سے علی گڑھ بھیج دیا گیا تو انہوں نے عالیہ کے والد کی مالی امداد واپس بھیج دی اور خود ہمیشہ کیلئے کہیں غائب ہوگئے۔ ان کا تعلق کمیونسٹ انقلابیوں سے ہو گیا تھا۔ گو اس سے عالیہ کے والد شدید پریشان رہنے لگے مگر یہ بات عالیہ کی والدہ کیلئے باعث اطمینان تھی۔

تہمینہ کی ایک ہندو سہیلی کم دیدی تھی جو کہ واقعہ جلیانوالہ باغ میں مارے جانے والے نوجوان کی بیوہ تھی۔ ایک روز وہ کسی کے ساتھ گھر سے بھاگ گئی۔ مگر پھوپھی اس شخص کے دھوکے کے باعث لوٹ آئی اور آخر تالاب میں ڈوب کر مرگئی۔ اس کی موت کا عالیہ کو بھی شدید رنج ہوا۔ صفدر اور تہمینہ کے بعد عالیہ شدید تنہائی کا شکار ہوگئی انہیں دنوں ایک عجیب سانحہ ہوا کہ اس کے والد کے ہاتھوں ایک انگریز افسر کا خون ہو گیا۔ ان کی گرفتاری کے بعد تو ماموں نے آنکھیں پھیر لیں۔ مگر بڑے چچا انہیں اپنے ساتھ لے گئے۔ چچا کانگریسی تھے اور سیاست کی وجہ سے بڑے کاروبار سے دور رہتے تھے۔ یہ اپنے چچا کے مقابلے میں مسلم لیگی ذہن کی لڑکی تھی۔ یہیں بی اے پاس جمیل بھی تھا۔ جو ٹیوشن پڑھا کر گھر میں مدد کرتا تھا جبکہ اس کا چھوٹا بھائی شکیل بہت آوارہ گرد تھا۔ عالیہ کے آنے پر جمیل نے اپنی محبت کا رخ عالیہ کی طرف موڑ دیا مگر عالیہ اس سے بے تعلق رہتی۔ جب وہ بیاہ کر کسی گاؤں میں چلی گئی تو عالیہ نے اسکول میں پڑھانا شروع کر دیا۔ اس کی ایک تعلیم یافتہ اور مغرور پھوپھی نجمہ دھوکے کا شکار ہو کر ایک ایسے شخص سے بیاہ رچا بیٹھی جو کہ خود کو ایم اے انگلش ظاہر کرتا تھا۔ عالیہ کی والدہ اپنی محسن یعنی عالیہ کی چچی کیساتھ بھی بدسلوکی کرتی تھیں۔ اپنے طعنوں سے چچا کو بھی دکھی کر کے تقسیم کے بعد پاکستان آگئیں۔

عالیہ کی والدہ لاہور میں ایک بڑی کوٹھی مل جانے پر بہت خوش ہوئی عالیہ نے ایک اسکول میں پڑھانا شروع کر دیا تھا۔ انہی دنوں دہلی میں ہنگاموں کی وجہ سے چچا کی موت

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

کی خبر ملی۔اسی روز شکیل کوٹھی میں آیا اور عالیہ کے روپے چرا کر بھاگ گیا اور صفدر بھی وہاں آ گیا اور دونوں شادی کرنے پر رضا مند ہو گئے۔مگر عالیہ نے اس کی غداری کی وجہ سے انکار کر دیا۔اسی طرح عالیہ نے اپنے ایک چاہنے والے دولت مند ڈاکٹر کی طرف سے شادی کی پیشکش بھی ٹھکرا دی۔اس دوران اسے معلوم ہوا کہ چچی پاکستان ہجرت نہ کرنے پر اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی۔مگر جمیل نے اس سے شادی کر لی۔چچی کی یہ قابل رشک خوش قسمتی عالیہ کو اپنی شکست محسوس ہوئی۔

سوال نمبر 37: مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیں؟

جواب: (الف) اردو میں ڈرامہ نگاری کا ارتقاء:

ڈرامے کی تعریف: ڈرامہ یونانی لفظ ''ڈراؤ'' سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ''عمل کر کے دکھانا'' چنانچہ ڈرامہ کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے کہ ڈرامہ زندگی کی عملی تصویر ہے۔زندگی کا کوئی پہلو اس کا موضوع بن سکتا ہے۔اس میں دیگر اصناف کی طرح محض الفاظ ہی کافی نہیں ہوتے بلکہ اس میں الفاظ کے ساتھ ساتھ عمل کے ذریعے سب کچھ دکھایا جاتا ہے۔اسلئے ڈرامہ وہ کہانی ہے جسے مختلف کردار اپنی گفتگو اور اداکاری کے ذریعے اسٹیج پر پیش کرتے ہیں۔گویا ڈرامہ الفاظ اور عمل دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

اردو زبان میں ڈرامے کا ارتقاء: برصغیر پاک و ہند میں ہندی دیوتا رام اور دیوی سیتا کی کہانی ،رام لیکا اور دیوتا کرشن اور دیوی رادھا کہ کہانی رہس کی صورت میں صدیوں سے اسٹیج کی جاتی رہی ہے۔ان کے علاوہ کالی داس کے ڈرامے کے شکنتلا کو تاریخی اہمیت حاصل ہے۔مسلم حکمران واجد علی شاہ نے نہ صرف رہس کو نیا پن دیا، بلکہ 1843ء میں پہلا ڈرامہ بھی لکھا،جس کا موضوع رادھا اور کرشن کی محبت تھا۔1852ء میں امانت لکھنوی نے ڈراما ''اندر سبھا'' لکھا،جس میں دیوتا اندر کو مغل بادشاہ کے طرز پر دکھایا گیا۔اس کے بعد بنگال میں ڈرامے کی ابتدا ہوئی۔جب بمبئی اور باقی ہندوستان میں تھیٹر یکل کمپنیوں نے شہر شہر گھوم پھر کر ڈرامے دکھانے کو رواج دیا،تو گویا جدید ڈراما نگاری کا آغاز ہوا۔اس دور میں آرام ،رونق، ظریف، احسن اور طالب لکھنوی جیسے ڈراما نگاروں نے بہت کام کیا۔ان کے بعد آغا حشر کا دور آتا ہے۔اس تمام عرصے میں اردو ڈراما نگاری بناوٹی زبان، گانوں کی بھرمار، شاعرانہ بیانات، اور یکسانیت سے نکل کر ایک بہتر صورت اختیار کر چکی تھی۔اس دور کے تمام ڈراموں پر شکنتلا، رام لیلا اور رہس کے علاوہ انگریزی ڈراموں بھانڈوں، مسخروں اور نقالوں کے فن اور عشقیہ نظموں کے اثرات بہت گہرے تھے۔ناصحانہ انداز اور اخلاقی درس، عشق و محبت، گانے، یکسانیت، غیر معیاری ظرافت و مزاح، شاعرانہ زبان اور مثالی کردار نگاری اس دور کے ڈراموں کی عام خصوصیات تھیں۔اردو کے مشہور ڈرامہ نگاروں میں امتیاز علی تاج، سعادت حسن منٹو، میرزا ادیب، کمال احمد رضوی، امجد اسلام امجد، اشفاق احمد اور اصغر ندیم سید وغیرہ شامل ہیں۔1937ء سے ریڈیو اور 1964ء سے ٹی وی نے ڈراما نگاری کے فن کو ایک نیا موڑ دیا۔

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

(ب) جمیل الدین عالی کی سفر نامہ نگاری:

جواب: سفر نامے دلی کے اہم نکات:

ا۔ سفر نامہ مصنف کے اپنے آبائی شہر دلی میں ایک رات کے قیام کے بارے میں ہے۔

۲۔ سفر نامہ عشق اور خوف کی دو ایسی متضاد کیفیات سے شروع ہوتا ہے۔جو عام طور پر ایک ساتھ موجود نہیں ہوتیں۔

۳۔ سفر نامہ نگار ایک طرف سچا اور کھرا دلی والا ہے۔تو دوسری طرف دلی اس کے لیے خوف و ہراس کا باعث بن رہی ہے۔کیوں کہ دلی کی سرزمین پر پاکستان کے خلاف سازشیں کی جاتی ہیں۔

۴۔ مصنف کی اصل منزل ماسکو ہے۔جہاں کے لیے انھیں بارہ گھنٹے بعد ایک روسی جہاز پر روانہ ہونا ہے۔

۵۔ سفر نامہ نگار ان بارہ گھنٹوں میں سے کچھ وقت شہر میں گھومتا ہے اور اپنے مادرِ علمی سمیت ان تمام مقامات کو یاد کرتا ہے، جو اس سے متعلق رہے ہیں۔

۶۔ سفر نامہ نگار موجودہ دلی کا موازنہ اس دلی سے کرتا ہے۔جو اس نے اپنے بچپن میں دیکھی ہے۔

۷۔ ایک رات کے سفر نامے میں صدیوں کا سفر طے کر کے مصنف مغل بادشاہوں کی تعمیر کردہ تاریخی عمارتوں کے حوالے بھی دیتا ہے۔

۸۔ مصنف اندرونِ شہر کی تاریخی تبدیلیوں کی وجہ سے گھٹن محسوس کرتا ہے اور شہر کے باہر پرانے قلعے کا رخ کرتا ہے۔

۹۔ سفر نامہ نگار دلی کے تین عظیم بزرگوں: حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت امیر خسرو، خواجہ قطب الدین بختیار کا کی دلی اور دلی میں موجود چیزوں کے چھن جانے پر سفر نامہ نگار افسردہ ہوتا ہے، تو اس کے اندر سے ایک آواز بلند ہوتی ہے جو اسے آزاد وطن اور یہاں کی نعمتیں یاد دلاتی ہے۔

۱۰۔ مصنف دلی کے متعصب طبقے پر تنقید کرتے ہوئے ہوٹل کے کمرے میں لوٹ آتا ہے اور وطن کی محبت میں جذباتی ہو کر ''پاکستان پائندہ باد'' کا نعرہ لگاتا ہے۔

سوال نمبر 38: مختصر جواب دیں؟

ا۔ مکتوب نگاری سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایک دوسرے سے دور رہنے والے اشخاص کے درمیان رابطے کا موثر ذریعہ مکتوب یا خط ہوتا ہے موجودہ دور میں موبائل فون اور انٹرنیٹ نے اس کی افادیت میں کمی ضرور کی ہے لیکن اس کے باوجود مکتوب کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے اور کی جاتی رہے گی۔یہ ایک سستا اور موثر ذریعہ ہے۔خط کو نصف ملاقات کہا گیا ہے ملاقات میں جو گفتگو روبرو بیٹھ کر ہوتی ہے وہی خط میں بھی ممکن ہو سکتی ہے ہر شخص اپنے دور رہنے والے رشتہ داروں اور رفیقوں کو خط لکھنے کی ضرورت محسوس کرتا ہے عام لوگوں کے خط

میٹرک ،ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی کی پی ڈی ایف اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایس سی کی پی ڈی ایف اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں یا ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

اہمیت کے حامل نہیں ہوتے تاہم معروف اشخاص کے خطوط نہایت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں ان کے خطوط سے ان کی زندگی اور عہد پر خاصی روشنی پڑتی ہے یوں مکتوبات یا خطوط سے کسی شخصیت کی سوانح عمری مرتب کی جاسکتی ہے یہ مکاتیب کسی زمانے کی تاریخ کو کما حقہ سمجھنے میں بھی مدد فراہم کرتے ہیں۔ جو شخص جتنا بڑا اور اہم ہوتا ہے اس کے مکاتیب بھی اتنے ہی مفید اور کارآمد ہوتے ہیں اسی لیے دنیا کی ہر قوم اپنے مشاہیر کے مکاتیب کو محفوظ کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ مکاتیب نگاری یا خطوط نگاری کی متعدد اقسام ہے مثلاً نجی، کاروباری اور سرکاری وغیرہ۔

۲۔ لوک کہانی کسے کہتے ہیں؟

جواب: لوک کہانی سے مراد ایسی کہانی ہے جس میں عوام کے خیالات، جذبات اور احساسات کی ترجمانی کی گئی ہو۔ لوک کہانیوں کا ایک وصف یہ ہے کہ یہ تحریری شکل میں نہیں ہوتیں بلکہ سینہ بہ سینہ اور نسل در نسل ہم تک پہنچتی ہیں۔ کوئی بھی لوک کہانی کسی بھی مخصوص خطے میں بسنے والے اور مخصوص زبانیں بولنے والے انسانی گروہوں کے رسم و رواج، میلوں ٹھیلوں، تہواروں، دعوتوں، شادیوں، طبعی خوش مزاجیوں اور ثقافتی اقدار و روایات کا اظہار یہ ہوتی ہے۔

۳۔ حمد اور نعت میں کیا فرق ہے؟

جواب: جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی گئی ہو حمد کہلاتی ہے اور جس میں رسول اللہ حضرت محمد ﷺ کی تعریف بیان کی گئی ہو نعت کہلاتی ہے۔

۴۔ یک بابی ڈرامہ کیا ہوتا ہے؟

جواب: ڈرامہ دراصل یونانی لفظ ڈراؤ سے نکلا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ''عمل کرکے دکھانا''۔ اس طریقے سے اس کی تعریف ایسے کی جاسکتی ہے کہ ڈرامہ دراصل زندگی کی عملی تصویر کو کہا جاسکتا ہے۔ زندگی کے کسی بھی موضوع پر ڈرامہ بنایا جاسکتا ہے اور ڈرامے میں الفاظ کے ساتھ ساتھ کہانی کی عملی تصویر بھی دکھائی جاتی ہے۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ ڈرامہ دراصل الفاظ اور اس کی عملی تصویر کا مجموعہ ہے۔

۵۔ ابن انشا کی چار کتابوں کے نام لکھیں؟

جواب: چلتے ہو تو چین کو چلیے، ابن بطوطہ کے تعاقب میں، آوارہ گرد کی ڈائری، دنیا گول ہے۔

سوال نمبر 5: میر تقی میر کے کلام کی خصوصیات تفصیل کے ساتھ بیان کریں؟

جواب: میر تقی میر کے کلام کی خصوصیات: میر کے ہاں غم دوراں اور جاناں کا حسین امتزاج بھی پایا جاتا ہے اور تصوف کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں۔ مجموعی طور پر ان کا غم وہ صورت اختیار کر جاتا ہے کہ بقول مولوی عبدالحق ''ان کا ہر شعر ایک آنسو ہے اور ہر مصرعہ خون کی ایک بوند'' لیکن یہ شدت غم مایوسی کی صورت اختیار نہیں کرتی بلکہ ایک حوصلہ مند انسان کا روپ دھار لیتی ہے جو حادثات کا بھرپور طریقے سے مقابلہ کرتا ہے۔

غمِ دوراں: میر کا عہد بنیادی طور پر فساد اور جنگ آرائی کا دور تھا محمد شاہ کے عہد میں سلطنت مغلیہ امرا کی سازشوں کا شکار ہو کر تباہی کے دہانے کی جانب بڑھ رہی تھی محمد شاہ اسے سنبھالا دینے کی بجائے عیش و عشرت میں مست رہا۔ سکھوں، مرہٹوں اور جاٹوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور قتل و غارت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ نادر شاہ درانی نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ میر بھی دیگر افراد کی طرح ان حالات سے دوچار رہے اور بحیثیت شاعر ان کا زیادہ اثر لیا۔ اس بحران نے ہر شخص کو بے اطمینانی سے دوچار کر دیا۔ یہی میر کا اجتماعی غم بھی ہے اور ان کا ذاتی غم بھی، کیوں کہ میر انفرادی طور پر بھی ان حالات کی بنا پر کشمکش کا شکار رہے۔

جہاں کو فتنے سے خالی کبھی نہیں پایا
ہمارے وقت میں تو آفت زمانہ تھا

غمِ جاناں: میرے ہاں وارداتِ عشق اور کیفیات عشق کا بیان بھی ہے اور ایک ایسا انداز ان کے ہاں پایا جاتا ہے جو انھیں حقیقی عاشق ثابت کرتا ہے ناکامی محبت کے واقعے نے ان کے غم کو درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ یہ غم انھیں تکلیف سے بھی دوچار کرتا ہے اور لذت سے ہم کنار بھی۔

دیکھ تو دل کہ جاں سے اٹھتا ہے
یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے

تصوف: میر کا بچپن اگرچہ صوفیانہ ماحول گزرا، لیکن وہ خود کو تصوف سے زیادہ ہم آہنگ نہ کر پائے، البتہ تصوف کے حوالے سے ان کے ہاں صبر و قناعت، خودداری، بے اختیاری اور فنا کا گہرا احساس پایا جاتا ہے صوفیانے خیالات کے باعث ان کے ہاں وحدت الشہود کا نظریہ پایا جاتا ہے تصوف کے دیگر نظریات کے تحت وہ مسئلہ جبر کے قائل ہیں ان کے نزدیک انسان بے اختیار ہے اگر کوشش کرے بھی تو حالات و واقعات کو بدلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ تصوف کے ان عناصر کی جھلک کبھی ان کی زندگی میں دکھائی دیتی ہے اور کبھی نہیں دیتی۔ چند اشعار:

تھا مستعارِ حسن سے اس کے جو نور تھا
خورشید میں بھی اس ہی کا ذرہ ظہور تھا
ناحق ہم مجبوروں پہ یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہتے ہیں سو آپ کرے ہے، ہم کو عبث بدنام کیا

اندازِ بیاں: بنیادی طور پر میر کے کلام میں سادگی اور بے تکلفی پائی جاتی ہے گفتگو کی سی روانی کا احساس ان کے کلام میں قدم قدم پر ہوتا

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں ۔

ہے مناظرِ فطرت کی تصویر کشی بھی ان کے ہاں خوب ہے اور محبوب کی سراپا نگاری بھی ۔ان کے کلام کو معنی آفرینی سے ہم کنار کرنے والا اہم عنصر موسیقیت ہے ۔ وہ موضوعات اور کیفیات کے مطابق بحروں کا استعمال کرتے ہیں علاوہ ازیں فرسودہ مضامین کو انھوں نے جدت ادا سے پیش کیا ہے:

کرو کچھ فکر اس دوانے کی
دھوم ہے پھر بہار آنے کی
پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے ، باغ تو سارا جانے ہے

زبان و بیان کی سادگی: میر کی غزلوں میں جذبات کی سادگی ، الفاظ میں سلامت اور صفائی اور بحروں میں روانی پائی جاتی ہے ان کی غزلیں خواہ طویل بحروں میں ہوں، خواہ چھوٹی بحروں میں ان میں سادگی اور روانی ہر حال میں موجود ہوتی ہے اس سادگی نے ان کے شعروں میں ہمہ گیر پیدا کر دی ہے وہ اپنے ہم عصروں کی طرح مشکل تراکیب اور مشکل تشبیہات و استعارات کا استعمال نہیں کرتے ، بلکہ اپنے جذبات و احساسات کو نہایت سہل اور آسان زبان میں بیان کر دیتے ہیں جس سے اشعار میں عام بول چال کا سا انداز پیدا ہو جاتا ہے ۔میر کے اشعار کی سادگی اور سلامت کا اندازہ ان شعروں سے لگایا جا سکتا ہے:

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے
کھلنا کم کم کلی نے سیکھا ہے
اُس کی آنکھوں کی نیم خوابی سے

گلشان اکیڈمی
0334-5504551

سوال نمبر 40: میر درد کی غزل (ہم تجھ سے کس ہوس کی فلک جستجو کریں) کی اپنے الفاظ میں تشریح کریں؟

جواب: **شعر نمبر ا:** ہم تجھ سے کس ہوس کی فلک جستجو کریں
دل ہی نہیں رہا ، جو کچھ آرزو کریں

Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

مشکل الفاظ کے معنی: ہوس: لالچ فلک: آسمان

تشریح: عام طور پر شاعر اپنی محرومیوں اور بدنصیبیوں کو آسمان یعنی قدرت کو ہی منظور تھا ، کہتے ہیں ۔خواجہ میر درد بھی کچھ اس طرح کا اظہار کرتے ہیں کہ اے آسمان ہم تجھ سے کس چیز کی تمنائیں کریں کیونکہ ہمارے دل کے اندر کوئی تڑپ ہی نہیں رہی کیونکہ ہمارے دل مردہ ہو چکے ہیں ۔ دراصل شاعر اپنے اس شعر میں اپنے صوفیانہ مزاج اور طبیعت کو ظاہر کر رہا ہے اور ہوس کا لفظ درحقیقت مصنف نے دنیا کے لالچ کیلئے استعمال کیا ہے ۔ان کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اللہ سے نہ ہی مانگنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور نہ ہی اب ہمارے اندر وہ تڑپ رہی ہے کہ ہم ایسا مانگیں کہ اس کی طرف سے رحم کے دروازے کھل جائیں کیونکہ ہم دنیا میں بہت مگن ہو گئے ہیں ۔

شعر نمبر ۲: مٹ جائیں ایک آن میں کثرت نمائیاں
ہم آئینے کے سامنے جب آ کے ہو کریں

مشکل الفاظ کے معنی: ایک آن میں: پل بھر میں کثرت نمائیاں: ایک سے زیادہ ہونے کے

تشریح: اس شعر میں شاعر کہتا ہے کہ آئینے میں انسان کو اپنی ذات کے علاوہ اور کچھ نظر ہی نہیں آتا ۔ دراصل شاعر خواجہ میر درد کے یہاں کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب انسان اپنے آپ میں مگن ہو کر اور سنجیدگی سے جب غور کرتا ہے تو حقیقت اس پر نمایاں ہو جاتی ہے اور اسے ایک سے زیادہ مظاہر نظر آنے کی بجائے صرف اور صرف ہر جگہ اور ہر چیز میں اپنا خالق حقیقی ہی نظر آتا ہے ۔ یہاں بھی دراصل شاعر اپنے صوفیانہ مزاج کا ہی اظہار کر رہا ہے ۔ دل اور آئینے میں مماثلت کی بنیاد پر صوفیانہ خیال ظاہر کیا گیا ہے اور یہ انسان کا غیر سطحی مشاہدہ ہی ہے کہ مسلمان ہو کر بھی در در کی ٹھوکریں کھا رہا ہے ۔

شعر نمبر ۳: تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

مشکل الفاظ کے معنی: تر دامنی: دامن کا گناہوں سے آلودہ ہونا شیخ: مذہبی رہنما

تشریح: میر درد شیخ اور صوفی کا موازنہ کرتے ہوئے اور شیخ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ تو شاید ہماری ظاہری حالت کو دیکھ کر ہمیں بہت زیادہ گناہ گار سمجھتا ہے اور درد کہتے ہیں کہ شاید تیرا یہ اندازہ غلط ہے ۔جس دامن کو تو گناہوں سے آلودہ سمجھتا ہے اگر اس دامن کو نچوڑ دیا جائے تو اتنا صاف پانی حاصل ہوگا کہ فرشتے بھی اس سے وضو کر لیں ۔ درحقیقت اس شعر میں ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کی ظاہری حالت کو دیکھ کر اسے گناہ گار نہیں کہنا چاہیے کیونکہ دلوں کے بھید تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہی جانتی ہے اس کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا ۔شاعر شیخ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ شاید جسے تو گناہ گار سمجھ رہا ہو اس کا ایمان اندر سے اتنا مضبوط ہو کہ فرشتے بھی اس پر رشک کریں ۔

شعر نمبر ۴: سر تا قدم زبان ہیں جوں شمع گو کہ ہم

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس ، پروپوزل ، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں ۔

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، پی ایچ ڈی ، انفرادی ، اشتہاری ، آن لائن ، ایل ایم ایس کی ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ، گیس ، ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ، یا کسی بھی ہمارے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ، ایم ایس سی ، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

پر یہ کہاں مجال جو کچھ گفتگو کریں

مشکل الفاظ کے معنی: سرتا قدم: سر سے لے کر پاؤں تک　　مجال: ہمت، طاقت

تشریح: شاعر یہ تصور کرتے ہیں کہ لَو اپنے رنگ، ساخت اور حرکت کی بناء پر زبان سے مماثلت رکھتی ہے یعنی اس کا جو شعلہ جلتا ہے اس کی شکل زبان سے ملتی جلتی ہے لیکن پھر بھی زبان کے برعکس شمع انتہائی خاموشی سے جلنے کا کام کرتی ہے۔ اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے خواجہ میر درد فرماتے ہیں کہ ہم شمع کی طرح خود سراپا زبان ہیں لیکن اس کے باوجود ہمیں اپنے محبوب کے سامنے کچھ کہنے کی ہمت ہی نہیں ہے۔ دراصل اس کا فرق بہت واضح ہے کہ شمع خاموشی سے جلنے کے باوجود ہر کوئی دیکھ لیتا ہے کیونکہ وہ خود اپنی طرف مائل کرتی ہے اور شاعر ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ شمع کی طرح ہم جل کر مر بھی جائیں تب بھی ہمارے محبوب کو خبر نہیں ہوتی۔ وجہ یہ ہے کہ ہماری زبان اپنے محبوب کے سامنے بالکل بند ہو جاتی ہے اور اس کے حسن و جمال میں ہم اس طرح کھو جاتے ہیں کہ ایک لفظ بھی اپنی زبان سے ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ ہمارے اندر ہمت ہی نہیں ہے کہ ہم اسے اپنے اندر کے حالات سے آگاہ کر سکیں۔

شعر نمبر ۵: ہر چند آئینہ ہوں پر اتنا ہوں نہ قبول

منہ پھیر لے وہ جس کے مجھے روبرو کریں

مشکل الفاظ کے معنی: ہر چند: اگرچہ　　منہ پھیر لے: نفرت کرے

تشریح: لوگ جب آئینے میں اپنا عکس دیکھتے ہیں تو جو بہت زیادہ خوبصورت ہوتے ہیں وہ تو اپنی شکل دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں لیکن وہ جو زیادہ خوبصورت نظر نہیں آتے، آئینہ دیکھنے کے بعد اور زیادہ پریشان ہو جاتے ہیں اور نفرت سے آئینہ سے ہٹ جاتے ہیں۔ خواجہ میر درد بھی اپنے آپ کو ایک آئینے سے تشبیہہ دیتے ہیں لیکن ساتھ وہ یہ گلہ بھی کرتے ہیں کہ مجھے دیکھ کر لوگ اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیتے ہیں۔ کیونکہ آئینے کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ حقیقت کو انسان پر واضح کر دیتا ہے۔ دراصل خواجہ میر درد ایک صوفی شاعر ہیں اور جو صوفی ہوتا ہے وہ ہر قسم کی خرابیوں اور تکلفات سے دور ہوتا ہے اور اس کا دل بھی آئینے کی طرح صاف اور شفاف ہوتا ہے۔ جو کوئی بھی اس میں جھانک کر دیکھتا ہے اگر اسے اپنی صورت اچھی نہ لگے تو بجائے اپنی اصلاح کرنے کے، اس آئینہ نما دل کو ہی بُرا بھلا کہنے پر اُتر آتا ہے۔

شعر نمبر ۶: نے گل کو ہے ثبات، نہ ہم کو ہے اعتبار

کس بات پر چمن ہوس رنگ و بو کریں

مشکل الفاظ کے معنی: ثبات: پائیداری　　ہوس رنگ و بو: عیش و عشرت کی خواہش

تشریح: دراصل شاعر یہاں پر دنیا اور اس کی تمام اشیاء کی ناپائیداری کا ذکر کرتا ہے کہ یہاں ہر چیز عارضی ہے اور ہم بذاتِ خود انسان بھی عارضی ہیں۔ ہمیں بھی کوئی اعتبار نہیں ہے کہ کس لمحے واپسی کا نمبر لگ جائے۔ شاعر خواجہ میر درد مزید وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جیسے پھول کھلتے ہیں اور اپنے جوبن کے بعد پھر ہمارے سامنے جھڑ بھی جاتے ہیں تو انسان بھی ایسے ہی دنیا میں آتا ہے۔ لیکن وہ یہ تصور کر لیتا ہے کہ اسے ہمیشہ یہاں رہنا ہے اور اپنا اصل مقصد بھی بھول جاتا ہے لیکن ہر ایک کو واپس جانا ہے اور ہر کوئی واپس چلا جاتا ہے۔ اس لیے شاعر اس دنیا سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اے دنیا کے چمن! ہم کس چیز کے بھروسے تیری رنگینیوں کی خواہش کریں اور اس میں مگن ہو کر رہ جائیں۔ جبکہ ہمیں یہ پتہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز فانی ہے اور یہاں کسی کو بھی ہمیشہ استحکام اور پائیداری نصیب نہیں ہے۔ لیکن افسوس کہ اس کے باوجود بھی ہم اس کے چمن میں ایسے مگن ہوتے ہیں کہ آخری دم تک خبر ہی نہیں ہوتی۔

شعر نمبر ۷: ہے اپنی یہ صلاح کہ سب زاہدانِ شہر

اے درد! آ کے بیعت دست سبو کریں

مشکل الفاظ کے معنی: صلاح: مشورہ　　زاہدان: پرہیزگار　　سبو: شراب کی صراحی

تشریح: درحقیقت آخر میں خواجہ میر درد شہر کے بڑے بڑے پرہیزگاروں سے مخاطب ہیں اور ان کو مشورہ دیتے ہیں کہ تمام پرہیزگار کیوں نہ شراب کی صراحی پر ہی بیعت کر لیں۔ اس شعر میں دراصل شاعر ہماری نام نہاد پرہیزگاری کے اوپر طنز کر رہا ہے اور ساتھ یہ مشورہ بھی دیتا ہے کہ ہم صرف اپنی نمازوں اور دوسری ظاہری عبادتوں کو نہ دیکھیں بلکہ ہمیں اپنے اندر جھانک کر دیکھنا چاہیے اور ہمیں ظاہری پرہیزگاری کی بجائے اندر کی اصلاح کرنی چاہیے تاکہ معرفتِ الٰہی کا ہمیں بھی قرب حاصل ہو سکے۔ کیونکہ اندر کی اصلاح جب ہوتی ہے تو کبھی نہ کبھی اللہ تعالیٰ کی ذات اپنے دوسرے بندوں کے ذریعے ان کی زبان سے اس بندہ مومن کے حق میں گواہی دلاتا ہے اور اسے زیادہ پرچار کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی سچا مومن ایسا کرتا ہے۔ بہرحال اس شعر میں شاعر نے ذاتی اصلاح کے اوپر زور دینے کا اشارہ کیا ہے۔

سوال نمبر 2: *مختصر جواب دیں؟*

۱۔ قافیہ اور ردیف میں کیا فرق ہے؟

جواب: **قافیہ:** وہ لفظ جو ردیف سے پہلے آئے اسے قافیہ کہتے ہیں۔

ردیف: ہم وزن لفظ جو شعر کے آخر میں بار بار آئیں انہیں ردیف کہا جاتا ہے۔

۲۔ رباعی کسے کہتے ہیں؟

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

جواب: رباعی عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی چار کے ہیں۔ اصطلاح میں رباعی وہ مختصر نظم ہے، جس کے چار مصرعے ہوتے ہیں، جن میں پہلا ، دوسرا اور چوتھا ہم قافیہ یا ہم قافیہ وہم ردیف ہوتے ہیں۔

۳۔ مثنوی کا لغوی مفہوم کیا ہے؟

جواب: مثنوی ایسی مسلسل نظم ہے جس کے ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں یہ شروع سے آخر تک ایک ہی بحر میں ہوتی ہے۔ ربط و تسلسل اس کا اہم اصول ہے یہ زیادہ تر طویل قصوں، داستانوں اور جنگی حالات کو منظوم صورت میں بیان کرنے کے کام آتی ہے اردو مثنوی کا آغاز دکن میں ہوا۔ میر تقی میر، حالی، محمد حسین آزاد اور کئی دیگر معروف شعرا نے مثنویاں لکھیں۔

۴۔ معریٰ اور آزاد نظم میں کیا فرق ہے؟

جواب: **نظم معریٰ:** معریٰ نظم کا رواج پہلے مغربی ادب میں ہوا اور پھر دیگر مغربی اصناف کی طرح اردو میں عام ہوئی، اس قسم کی نظم میں قافیے کو ضروری نہیں سمجھا جاتا، البتہ بحر اور وزن کی پابندی کی جاتی ہے۔ اردو میں عبدالحلیم شرر اور اسماعیل میرٹھی نے ابتداء کی۔ معریٰ نظم کو اس عملی رکاوٹ سے رواج ملا، جو قافیے کی پیدا کردہ تھی۔

آزاد نظم: معریٰ نظم بے قافیہ تو ہوتی ہے، لیکن مصرعے برابر ہوتے ہیں، جب کہ آزاد نظم میں ایک بحر ہوتی ہے اور اس کے علاوہ کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ اردو میں تصدق حسین خالد نے آزاد نظم کی ابتداء کی۔

۵۔ میر حسن اور دیا شنکر نسیم کی ایک ایک مثنوی کا نام لکھیں؟

کاشان اکیڈمی

جواب: میر حسن کی مثنوی ''سحر البیان'' ہے۔ جبکہ دیا شنکر نسیم کی مثنوی گلزار نسیم ہے۔

سوال نمبر 41: نظیر اکبر آبادی کی نظم ''انجام'' کا خلاصہ اپنے الفاظ میں تحریر کریں؟

0334-5504551

جواب: **انجام کا خلاصہ:** نظیر اکبر آلہ آبادی کی شاعری کا ایک اہم موضوع دنیا کی بے ثباتی ہے۔ نظم انجام میں اسی طرف اشارہ ہے۔ نظیر اکبر آلہ آبادی انسان کو موت کے آنے کا احساس دلا رہے ہیں کہ انسان کہ یہ فطرت ہے کہ وہ دنیا میں جب آیا تو آنے کے بعد اپنی زندگی کے مقصد کو بھول گیا۔ وہ جوانی اور اوائل عمر دنیائے رنگ و بو میں کھیلتے گزار دیتا ہے اور جب بڑھاپا آ جاتا ہے تو کمزور ہو جاتا ہے اور عیش و عشرت کی قوت باقی نہیں رہتی تو اسے موت یاد آتی ہے اور وہ یاد خدا میں مصروف ہو جاتا ہے۔ لیکن بہت سے لوگ بڑھاپے میں بھی خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتے۔ اور دنیا کے دھندوں میں کھوئے رہتے ہیں۔ انسان جب تک جیتا ہے۔ اس کی خواہش ہوتی ہے اچھے سے اچھا پہنے اور اچھے سے اچھا کھائے۔ آرام و عیش سے زندگی بسر کرے۔

Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

یہ سب ذات کی چاہتیں ہیں اور اپنی مہمان داری اور رسوا ہے۔ نظیر اکبر آلہ آبادی اس نظم میں مکافات عمل کا اصول بیان کر رہے ہیں اور فطرت کے اس اصول کو ذہن نشین کرانے کی کوشش کر رہے ہیں جیسی کرنے ویسی بھرنی۔ اس دنیا کی نیکی آخرت کیلئے زادِ راہ بن جاتی ہے۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ اس بات کا احساس کرے زندگی کا سفر ختم ہو رہا ہے اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ رخت سفر باندھے اور نئے سفر کیلئے عزم سفر تازہ کرے۔

اب تو کچھ خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ جس طرح تمہارا باپ تمہیں روتے ہوئے چھوڑ کر چل بسا تھا اسی طرح اب تمہارا چل چلاؤ ہے۔ تم نے دنیا کا بہت مال کمالیا اے غافل انسان! اب کچھ آخرت کے زادِ راہ کی فکر کرو کچھ صدقہ خیرات کرو اب تو خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور آخرت کی منزل کی طرف چلنے کی تیاری کر لو۔

سوال نمبر 42: حرف کی تعریف کریں اور اس کی مختلف اقسام کے متعلق تفصیل سے نوٹ لکھیں؟

جواب: **حرف کی تعریف:** حرف کے اپنے کوئی معنی نہیں ہوتے لیکن جب یہ اسم یا افعال کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی ظاہر ہوتے ہیں حروف کے کئی گروہ اور قسمیں ہیں حرف کے غلط استعمال سے جملے غلط ہو جاتے ہیں اس لیے طلبہ کو ان سے کما حقہ واقفیت حاصل کرنا چاہیے۔

حروف کی اقسام: حروف کی درج ذیل چار اقسام ہیں۔

۱۔ حروف عطف ۲۔ حروف فجائیہ ۳۔ حروف ربط ۴۔ حروف استفہامیہ

حروفِ عطف: یہ حروف عطف کا بڑا گروہ ہے یہ حروف کلمات اور جملوں کو آپس میں ملاتے ہیں۔

۱۔ حروفِ وصل	لفظوں کو ملاتے ہیں	کیا، و، کہ، یا
۲۔ حروفِ تردید	رد کرنے والے	بلکہ، لیکن، پر
۳۔ حروفِ شرط	جہاں شرط ضروری ہو	اگر، جو
۴۔ حروفِ علت		اس لیے، لہٰذا، کیوں کہ، بنابریں
۵۔ حروفِ استثنا	لفظوں اور جملوں کو الگ کرنے والے	مگر، اور
۶۔ حروفِ استدراک	شک دور کرنے والے	لیکن، بل کہ

حروفِ فجائیہ: وہ حروف، جو جذبات کے اظہار میں بے ساختہ ٹپک پڑتے ہیں۔

حروفِ ندائیہ اے، ارے

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے سے آگے کام، بی اے، بی ایڈ، ایم اے، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے سی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں، ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

حروفِ تعجب	سبحان اللہ
حروفِ انبساط	ہاہا
حروفِ تاسف	اف ،افوہ ،حیف ،افسوس

حروفِ ربط: رابطے کے لیے ہوتے ہیں۔

حروفِ اضافت	کا ،کے ،کی
حروفِ فاعلیت	نے
حروفِ جار	میں ،سے ،پر ،تک ،اس لیے ،واسطے ،اوپر ،نیچے وغیرہ

حروفِ استفہامیہ: کیا ،کیسے ،کیوں ،کب وغیرہ حروفِ استفہامیہ ہیں۔

سوال نمبر 43:(الف) علم بدیع اور علم بیان میں کیا فرق ہے؟ وضاحت کریں۔

کاشان اکیڈمی
0334-5504551

جواب: علم بدیع: جس طرح علم بیان سے تحریر و تقریر کو مؤثر بنایا جاسکتا ہے اسی طرح نظم و نثر کی دلآویزی ،خوبصورتی ،جاذبیت اور دلکشی پیدا کرنے کے لیے علم بدیع کا جاننا ضروری ہے۔علمِ بدیع میں صنائع اور بدائع شامل ہیں۔صنائع صنعت کی جمع ہے ،جس کا مفہوم ہنرمندی اور کاریگری ہے۔بدائع ،بدیع کی جمع ہے ،جس کے معنی نئی یا انوکھی چیز کے ہیں۔علمِ صنائع کا اصطلاحی مفہوم وہ باریکیاں یا عجیب نکات ہیں جو نظم میں ظاہر کی جاتی ہیں اور بدائع کے اصطلاحی مفہوم میں کلام کی لفظی و معنوی خوبیاں شامل ہیں۔

اقسامِ صنائع و بدائع: صنائع دو قسم کے ہیں ،ایک صنائع لفظی اور دوسرا صنائع معنوی۔چند اہم صنعتوں کا جائزہ پیش ہے۔

Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

صنعتِ ایہام: عبارت یا شعر میں ایسا لفظ استعمال کرنا ،جس کے دو معنی ہوں۔ایک قریب کے اور دوسرے دور کے ،عبارت یا شعر پڑھ کر قریب کے معنی ذہن میں آئیں ،مگر کہنے یا لکھنے والے کی مراد بعید کے معنی ہوتے ہیں معنی بعید ذرا غور کرنے کے بعد ذہن میں آتے ہیں۔

صنعتِ تضاد: کسی شعر میں ایسے الفاظ لائے جائیں جو ایک دوسرے کی ضد ہوں۔

صنعتِ مراعات النظیر: عبارت یا شعر میں ایک لفظ کی مناسبت سے ایسے الفاظ لانا ،جن کا پہلے سے تعلق ہو ،مگر یہ تعلق تضاد کا نہ ہو۔

صنعتِ لف و نشر: لف کا مطلب لپیٹنا اور نشر کے معنی پھیلانا کے ہیں۔اصطلاحی معنوں میں صنعتِ لف و نشر یہ ہے کہ کلام میں ایک بات کا ذکر ترتیب سے کریں پھر اس سے مناسب رکھنے والی چیزوں کا ذکر اسی ترتیب سے کیا جائے۔اس کی تین قسمیں ہیں۔

ا۔ لف و نشر مرتب　　۲۔ لف و نشر غیر مرتب　　۳۔ لف و نشر مرتب معکوس الترتیب

صنعتِ حسنِ تعلیل: تعلیل کے معنی ہیں وجہ بیان کرنا۔اس صنعت میں کسی کلام میں کسی بات کی ایک وجہ بیان کی جاتی ہے جو حقیقت میں اصل وجہ نہیں ہوتی لیکن یہ توجیہہ کلام میں حسن پیدا کرتی ہے۔

صنعتِ مبالغہ: کلام میں موصوف کی صفت کو حد سے بڑھا کر یا گھٹا کر بیان کرنے کو صنعتِ مبالغہ کہتے ہیں۔

صنعتِ تجنیس: کلام میں دو ایسے الفاظ لانا ،جو شکل اور تلفظ میں ایک جیسے ہوں مگر معانی مختلف ہوں۔

صنعتِ تکرار: کسی شعر میں کسی لفظ کا بار بار آنا تکرار کہلاتا ہے۔

علم بیان: تقریر اور تحریر فن ہیں ایک مقرر کی تقریر لاکھوں انسانوں پر اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے اور ایک ناول ،افسانہ یا ڈرامانگار کی تحریر اتنی مسحور کن ہوتی ہے کہ اسے لاکھوں لوگ پڑھتے اور سر دھنتے ہیں یہ زوردار انداز بیان اور موثر پیرایہ جو تاثر پیدا کرتا ہے اس کی بڑی وجہ علم بیان ہے۔علم بیان کی چار صورتیں ہیں:

ا۔ **تشبیہہ**　　۲۔ **استعارہ**　　۳۔ **مجازِ مرسل**　　۴۔ **کنایہ**

تشبیہہ: کسی چیز کو اس کی کسی ایک یا چند مشترک خوبیوں یا خامیوں کی بنا پر دوسری چیز کی مانند قرار دینا تشبیہہ کہلاتا ہے۔

1۔حماد خوب صورت ہے۔　　**2**۔حماد بہت خوب صورت ہے۔3۔حماد چاند کی طرح خوب صورت ہے۔

ان میں پہلے سے دوسرا جملہ خوب صورتی کی ،زیادہ وضاحت کرتا ہے جب کہ تیسرا جملہ ایک واضح تصور دیتا ہے حماد کو چاند سے تشبیہہ دے کر بات کو زیادہ موثر بنایا گیا ہے۔

استعارہ: آج میرا چاند جلد آ گیا۔　　علم نور ہے۔　　عمر شیر ہے۔

ان جملوں میں بچے کو چاند ،علم کو نور اور عمر کو شیر کہا گیا ہے ان تینوں جملوں میں بچے کے لیے چاند ،علم کے لیے نور اور عمر کے لیے شیر کا لفظ گویا ادھار لیا گیا ہے۔علم بیان میں اسے استعارہ کہتے ہیں۔استعارہ کے لفظی معنی ادھار لینا کے ہیں اس کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے جب ہم کسی لفظ کو حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال کریں کہ حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہہ کا تعلق موجود ہو تو اسے استعارہ کہتے ہیں۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس ،پروپوزل ،پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی ،الف ،اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی ،امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ،ایم ایس سی ،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس۔ گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

ارکانِ استعارہ:

مستعارلہ: استعارے میں جس کے لیے کوئی لفظ مستعار لیا جائے، اسے مستعارلہ کہتے ہیں مثلاً پہلے جملے میں بچے کے لیے چاند کا لفظ مستعار لیا ہے اور دوسرے جملے میں علم کے لیے نور کا لفظ بچہ اور علم مستعار لہ ہیں۔

مستعارمنہ: جو لفظ ادھار لیا جائے۔ پہلے اور دوسرے جملے میں چاند اور نور بالترتیب مستعار منہ ہیں۔

وجہ جامع: استعارے میں کوئی لفظ کیوں مستعار لیا جاتا ہے۔ پہلے جملے میں خوب صورتی وجہ جامع ہے اور دوسرے میں اندھیرا دور کرنا، وجہ جامع ہے۔ وہ خصوصیت یا خوبی یا صفت جس کی وجہ سے لفظ مستعار لیا جاتا ہے وجہ جامع کہلاتی ہے۔

ا۔ کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے۔

۲۔ پلکوں پہ مچل رہے ہیں انجم

مستعارلہ	مستعارمنہ	وجہ جامع
بہادر انسان	شیر	بہادری
آنسو	انجم	چمک دمک

کاشان اکیڈمی

مجازِ مرسل: مجازِ مرسل اور استعارے کی تعریف میں عام طور پر طلبہ مغالطے کا شکار ہو جاتے ہیں اس لیے یہاں دونوں کی تعریفیں درج کرتے ہیں:

''جب کوئی لفظ اپنے حقیقی معنوں کی بجائے مجازی اور غیر حقیقی معنوں میں اس طرح استعمال کیا جائے کہ اس لفظ کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہو تو وہ استعارہ کہلاتا ہے''۔

0334-5504551

''جب کوئی لفظ اپنے حقیقی معنوں کے بجائے مجازی اور غیر حقیقی معنوں میں استعمال ہو اور حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو، تو اسے مجازِ مرسل کہتے ہیں''۔

Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

''مجازِ مرسل کی دو درجن صورتیں بنتی ہیں جن میں سے اہم جزو سے کل اور کل سے جزو، مسبب سے سبب اور سبب سے مسبب یا ظرف بول کر مظروف مراد لینا یا مظروف بول کر ظرف مراد لینا چاہیے''۔

کنایہ: کنایہ کے لغوی معنی چھپی ہوئی یا پوشیدہ بات کو اشارے میں بیان کرنا کے ہیں اصطلاحاً کنایہ ایسا لفظ ہے جس کے حقیقی معنی کی بجائے غیر حقیقی معنی مراد ہوں لیکن حقیقی مراد لیے جائیں تو بھی کوئی حرج نہ ہو۔ مثلاً

گھر کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہنا	------	سخاوت کے لیے کنایہ ہے۔
سفید پوش	------	بوڑھے یا پڑھانے کے لیے کنایہ ہے۔
آبِ حرام	------	شراب کے لیے کنایہ ہے۔

(ب) یومِ اقبال کی تقریب کی روداد لکھیں؟

جواب: **یومِ اقبال کی تقریب:** علامہ اقبال ایک عظیم شاعر، فلسفی اور ملی وقومی رہنما تھے۔ ہمارے ہاں یہ روایت پختہ ہو چکی ہے کہ ان کے یوم پیدائش پر بڑی بڑی تنظیمیں اور مختلف تعلیمی اداروں کی انجمنیں مختلف تقریبات منعقد کر کے انھیں خراجِ عقیدت پیش کرتی ہیں حسبِ روایت اس سال بھی ہمارے ادارے گورنمنٹ کالج میں بزمِ اقبال نے قائداعظم ہال میں یومِ اقبال کی مناسبت سے تقریب کا انعقاد کیا جس کی صدارت کالج کے پرنسپل پروفیسر سید امتیاز علی قریشی نے کی اور مہمان خصوصی ممتاز اقبال شناس پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر تھے۔ نظامت کے فرائض کالج کی بزمِ اقبال کے سیکرٹری پروفیسر خالد ممتاز نے انجام دیئے۔ تقریب کا آغاز ۹ بجے تلاوتِ کلامِ پاک سے ہوا۔ تلاوت سال دوم کے طالب علم قاری نوید شاہ نے کی اس کے بعد نعتِ رسول مقبول ﷺ سالِ چہارم کے طالب علم اور بزمِ ادب کے سیکرٹری اطلاعات انجم اقبال نے پیش کی اب اسٹیج سیکرٹری نے تعارفی کلمات میں شاعرِ مشرق کی شخصیت اور ان کے فکر و فن کا مختصر ذکر کرتے ہوئے امتِ مسلمہ کے لیے ان کی خدمت کو سراہا اور مہمان خصوصی پروفیسر ڈاکٹر صابر ایوب کا مختصر تعارف بھی کرایا انھوں نے آج کالج کے معروف مقرر ملک محمد یونس کو دعوت دی کہ وہ اقبال اور نژادِ نو کے موضوع پر اظہار خیال کریں نوجوان مقرر نے بتایا کہ اقبال نوجوان کو بہت اہمیت دیتے تھے اور انھیں اپنی امیدوں کا مرکز تصور کرتے تھے کیوں کہ اقبال فلاحِ انسانیت کے لیے جو کچھ کرنا چاہتے تھے وہ سب کچھ نوجوان ہی کر سکتے ہیں انھوں نے نوجوان نسل سے متعلق اقبال کے افکار اور اشعار پیش کیے ان کی تقریر ختم ہوئی تو ہال تالیوں کے شور سے گونج اٹھا۔

اب کلامِ اقبال کرنے کے لیے آصف صدیقی صاحب کو دعوت دی گئی انھوں نے نظم، خودی کا سرِ نہاں لا الہ الا اللہ نہایت رقت اور خوش الحانی سے پڑھی۔ اقبال کے کلام کو تاثر اور آصف صدیقی کی آواز ایک سماں بندھ گیا۔ شاید کچھ حالات کا اثر تھا کہ کئی آنکھیں نم ناک ہو گئیں۔ اس کے بعد اقبال کا تصورِ خودی کے موضوع پر پروفیسر فرید خٹک نے اپنا مقالہ پیش کیا۔ انھوں نے سادہ تر الفاظ میں اقبال کے نظریہ خودی کی وضاحت کی ان کے انداز بڑا دل نشین تھا اور حاضرین نے مقالے کے اختتام پر انھیں بے پناہ داد دی۔ اب کلامِ اقبال پیش کرنے کے لیے حماد احمد کو دعوت دی گئی انھوں نے اقبال کی ایک نظم خضرِ راہ سے منتخب کلام پیش کیا:

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی کی پی ڈی ایف اسائمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں۔ ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

برتر از اندیشۂ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

زندگی کی حقیقت کا موضوع، اقبال کے افکار اور حماد احمد کی آواز نے مِل کر دلوں کو بہت متاثر کیا۔ طلبہ نے مزید کلامِ اقبال سننا چاہا، لیکن سٹیج سیکرٹری نے تقریب کو ضابطے کے مطابق ہی چلایا۔ اب اسٹیج سیکرٹری نے مہمانِ خصوصی پروفیسر ایوب صابر کو دعوتِ خطاب دی۔ اس سے قبل کہ پروفیسر صاحب اپنی تقریر شروع کرتے، اُردو کے پروفیسر اعظم خالد نے مہمانِ خصوصی کا تعارف کرایا کہ موصوف محقق اور کئی اہم کتابوں کے مصنف ہیں۔ انھیں اپنی کتاب "اقبال دشمنی ۔۔۔ ایک مطالعہ" پر صدارتی ایوارڈ بھی مل چکا ہے انھوں نے مدتوں گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج ایبٹ آباد میں پڑھایا۔ اقبالیات میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کیا اور اب اقبال و اقبالیات ہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے کئی عالمی کانفرنسوں میں شرکت کر چکے ہیں۔ طلبہ نے پرمسرت انداز میں ان کا استقبال کیا۔ موصوف نے حمد و ثنا کے بعد موقع کی مناسبت سے پہلے پرنسپل، بزمِ اقبال اور طلبہ کا شکریہ ادا کیے اور اس کے بعد اقبال کا پیغام کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انھوں نے حیاتِ اقبال کے اہم واقعات اور مختلف مواقع پر اقبال کی تقاریر اور کلامِ اقبال سے مختلف اشعار کے حوالے سے یہ بات ذہن نشین کرائی کہ ہمارے بہت سے مسائل کا حل اقبال نے کیوں کر پیش کیا، انھوں نے ضمناً یہ بھی بتایا کہ اقبال شناسی میں کئی دیگر اقوام اور اداروں نے پیش

قدمی کی ہے اور دنیا بھر کی کئی ایک یونیورسٹیوں میں اقبال چیئر موجود ہے اور پیامِ اقبال کو سمجھنے کی کوشش جاری ہیں کلامِ اقبال کے تراجم بہت سی زبانوں میں ہو چکے ہیں اقبال کے پیغام کا نچوڑ یہ ہے کہ اسوۂ رسول ﷺ کی پیروی ہی میں انسانیت کی نجات کا راز مضمر ہے۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

تقریب کے آخر میں صدرِ جلسہ نے مہمان خصوصی کا شکریہ ادا کیا اور مختصراً افکارِ اقبال پر روشنی ڈالی انھوں نے یہ بھی اعلان کیا کہ آئندہ ہر سال یومِ اقبال کے موقع پر بہترین کلامِ اقبال پڑھنے والے اور اقبال کے افکار پر مضمون نویسی کے مقابلے میں اول اور دوم آنے والے طالب علموں کو انعامات دیے جائیں گے تقریب بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی اور ہم سب خوشی خوشی گھر آ گئے۔

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

سوال 144۔ مندرجہ ذیل اقتباسات کی تشریح کریں۔ سبق، عنوان اور مصنف کا نام بھی لکھیں۔ **(۱۰+۱۰)**

(الف) "میری رائے میں......وجہ افتخار نہیں بن سکتا۔" (مکمل اقتباس کے لیے دیکھیے۔ کتاب کا ص:۱۶)

(ب) "ادب کا بھی یہی......سب سے بڑا مقصد ہے۔" (مکمل اقتباس کے لیے دیکھیے۔ کتاب کا ص:۲۳)

جواب:

(الف) "میری رائے میں......وجہ افتخار نہیں بن سکتا۔" (مکمل اقتباس کے لیے دیکھیے۔ کتاب کا ص:۱۶)

کتاب کا نام: مباحث

عنوان: ادب میں جذبے کا مقام

مصنف کا نام: ڈاکٹر سید عبداللہ

تشریح: ڈاکٹر سید عبداللہ کے اس تنقیدی مضمون میں انہوں نے بتایا ہے کہ انسانی زندگی میں دکھ اور غم آتے جاتے رہتے ہیں۔ اگر زندگی کی گہرائیوں میں جھانکا جائے تو پتا چلتا ہے کہ خوشیوں کے مقابلے میں غم و اندوہ انسان کا زیادہ مقدر بنتے ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ خوشیاں کم ہونے کی وجہ سے انسانی زندگی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ دکھ اور سکھ دونوں مل کر انسانی زندگی کی تکمیل کرتے ہیں۔ اردو ادب اور خصوصاً شاعری کا جب مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ ہماری پوری شعری روایت غم و الم کے بیان سے بھری پڑی ہے۔ شاعر، ادیب، افسانہ نگار یا ناول نگار زندگی کی مصوری کرتے ہیں لیکن زندگی کے صرف ایک رنگ، یعنی غم ہی کو موضوع بناتے ہیں اور دیگر انسانی جذبات کی ترجمانی سے گریز کرتے ہے۔ حسن، رفاقت کا جمال کا جذبہ اور اس کا ادراک بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا جذبۂ غم۔

زیرِ نظر اقتباس میں ڈاکٹر سید عبداللہ فرماتے ہیں کہ ادب کے متعلق تنقیدی نقطۂ نظر کی تبدیلی کی سخت ضرورت ہے۔ یعنی کسی ایک ہی جذبے کو ادب کا مرکز تصور کر لینا ٹھیک نہیں۔ ادب کا اپنے ملک اور اس کی روایات سے گہرا ربط ہونا چاہئے یعنی ادب کو ملکی روایات کا ترجمان ہونا ضروری ہے۔ ادبی مطالعے کیلئے تربیتِ ذوق اور تعلیمِ ادب کیلئے مناسب مقام کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اچھی پبلک اچھے ادب کی محرک بن سکتی اور پھر اچھے ادیب اپنی قوم کو اچھا بنانے میں بھی نمایاں حصہ لے سکتے ہیں۔ اگر شعراء اور ادباء اپنی تخلیقات معاشرتی اقدار و روایات اور تہذیب و ثقافت کا آئینہ دار بنا کر پیش کریں گے تو ایک اچھے معاشرے کی بنیاد رکھنے کیلئے ممد و معاون ثابت ہوں گے۔ یہ سب کچھ تب ہی ممکن ہو پائے گا جب پہلے اُردو میں نقد و نظر کی ایسی روایات پیدا ہوں، جو تازہ ہونے کے باوجود اپنی پرانی روایتوں سے وابستہ ہوں اور ان کے سامنے فقط ایک ہی مقصد ہو......انسان کی مدد......! انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی انسان کے دکھوں میں اضافہ کرنا، اس کا مقصد نہ ہو۔ اس کا مقصد انسان کو یقین اور اطمینان کے راستوں پر چلانا ہو، محض دکھوں کی تجارت اور غموں اور برائیوں کا کاروبار کسی اعلیٰ ادب کیلئے وجہ افتخار نہیں بن سکتا ہے۔

حزن و یاس کو ادب کی عظمت قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔ دکھ، غم اور ناامیدی کی ادبی و شعری لہر نے ہمارے کردار اور سیرتوں کو بہت مجروح کیا ہے۔ جب تک ادب

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک ، ایف اے ، آئی کام ، بی اے ، بی کام ، بی ایڈ ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ ، ایم ایس سی ، پی ایچ ڈی ، ایف اے اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ، ایم ایس سی ، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

محض رنج والم کا ترجمان رہے گا' ہم زندگی کی خوب صورتیں اور اس کے لطف وسرور سے محروم رہیں گے۔ ادب میں عقل اور فکر کی کارفرمائی بھی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے باعث ادب میں توازن اور معقولیت پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح حقیقت نگاری اچھی بات ہے، لیکن ادب میں محض ناخوشگوار صورتِ حال کو پیش کر دینا بھی مناسب نہیں ہے۔ ایسے ادب کا مطالعہ معاشرے میں بے اطمینانی، ناآسودگی، بے اعتمادی اور بدگمانی کا زہر بھر دیتا ہے۔ سچا ادب جنونِ خام اور بے عقلی کے راستے پر نہیں چلاتا' بلکہ شرافت آمیز عقل مندی کا ترجمان ہوتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ادب سے متعلق اپنے نقطہ نظر میں تبدیلی لائیں اور ایسی ادبی روایات کو فروغ دیں کہ جن کا مقصد انسان کی خدمت ہو۔ غموں کی تجارت اعلیٰ ادب کیلئے وجہ افتخار نہیں ہے۔

(ب) ''ادب کا بھی یہی......سب سے بڑا مقصد ہے۔'' (مکمل اقتباس کے لیے دیکھیے۔ کتاب کا ص:۲۳)

کتاب کا نام: **روایت کی اہمیت**

عنوان: **ادب اور تہذیبی روایات**

مصنف کا نام: **ڈاکٹر عبادت بریلوی**

تشریح: اس سبق میں ڈاکٹر عبادت بریلوی نے تہذیبی روایات اور ادب کے باہمی تعلق پر بحث کی ہے۔ روایات اور قدریں اگر سماج میں آنے والی سیاسی، سماجی، معاشی اور ثقافتی تبدیلیوں کے باعث بدلتی رہتی ہیں، لیکن کچھ قدریں اور روایات ایسی ہوتی ہیں جن پر سماج کا اعتقاد بہت پختہ ہوتا ہے، وہ ان اقدار کی حفاظت کرتا ہے۔ ان پر خود عمل کرتا ہے اور آنے والی نسلوں کو اس کی خوبیاں منتقل کر دیتا ہے۔ یہ اقدار دراصل کسی سماج کا آئیڈیل ہوتی ہیں۔ ادب ان روایات کا امین ہوتا ہے اور ایسا ادب جو تہذیبی اقدار کو اپنے اندر سمو لیتا ہے، قومی تعمیر وترقی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ زیرِ بحث اقتباس بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

اس اقتباس میں ڈاکٹر عبادت بریلوی نے ادب اور زندہ روایات کے گہرے تعلق کو نمایاں کیا ہے۔ جیسے کوئی بھی معاشرہ خلا میں پرورش نہیں پاتا بلکہ اس کا تعلق زمین پر موجود انسانی زندگی سے ہوتا ہے۔ انسانی زندگی بے شمار تلخ وشیریں تجربات سے گزرتی اور ان تجربات کے نتیجے میں بعض ایسی روایات اور اقدار تشکیل پاتی ہیں جو اٹل ہو جاتی ہیں اور ان میں تبدیلی حالات وواقعات میں تبدیلی کی مرہونِ منت نہیں ہوتی۔ اسی طرح ادب بھی انسانی زندگی اور تہذیب وتمدن سے متعلق ہوتا ہے۔ اس کی پرورش کسی قوم کی مخصوص تہذیب وتمدن کی زیرِ سایہ ہوتی ہے۔ اس کے تمام رجحانات ہر زمانے کے مخصوص سماجی حالات کے سانچوں میں ڈھلتے ہیں۔ چنانچہ زمانے میں تہذیب وتمدن کے ساتھ ساتھ ادبی روایات بھی تعمیر ہوتی ہیں اور ان کی تاریخ کا ایک سلسلہ بنتا چلا جاتا ہے۔ ادب کی ان روایات میں مذہب وتمدن اور سماجی حالات کی بنیادی خصوصیات کی جھلکیاں نظر آتی ہیں، کیوں کہ ان کا خمیر انہی سے اٹھتا ہے۔ یہی ان کا ہیولا تیار کر کے ان کو مستقل شکل دیتے ہیں اور انہی کے سہارے ادبی روایات زندہ رہتی ہیں اور ان کا وجود بھی اپنی جگہ پر اٹل ہوتا ہے۔

ادب بھی قوم کے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ اور نئے عہد کے تقاضوں کے مطابق ترقی حاصل کرتا رہتا ہے اور ترقی کی اس سفر میں قوم کی تہذیبی روایات ادب کیلئے راہنما کا کام دیتی ہیں اور ادب کے کردار اور عمل کو ہر مرحلے پر راہِ راست پر قائم رکھتی ہیں۔ اگر کسی مرحلے پر ادب غلط قسم کے خیالات یا اثرات قبول کرتا ہے تو اس قوم کی تہذیبی روایات ادب کو ان سے بچاتی اور دوبارہ سیدھی راہ پر لگا دیتی ہیں۔ گویا کسی قسم کی تہذیبی روایات کا بنیادی اور اہم مقصد اس قوم کے ادب کو گمراہی سے بچانا اور احتیاط کے ساتھ سیدھے راستے پر قائم رکھنا ہوتا ہے

سوال 45 **مندرجہ ذیل سوالات کے جواب دیں۔** **(۲۰)**

ا۔ ادب اور روایت کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

جواب: ادب اور روایات کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے اور ادب کی ساری عمارت انہی روایات کی کی بنیاد اور بل بوتے پر کھڑی ہوتی ہے۔

۲۔ نظریہ پاکستان سے کیا مراد ہے؟

نظریہ پاکستان سے مراد یہ تصور ہے کہ متحدہ ہندوستان کے مسلمان، ہندوؤں، سکھوں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں سے ہر لحاظ سے مختلف اور منفرد ہیں ہندوستانی مسلمانوں کی صحیح اساس دینِ اسلام ہے اور دوسرے سب مذاہب سے بالکل مختلف ہے، مسلمانوں کا طریق عبادت کلچر اور روایات ہندوؤں کے طریق عبادت، کلچر اور روایات سے بالکل مختلف ہے۔ اسی نظریہ کو دو قومی نظریہ بھی کہتے ہیں جس کی بنیاد پر 14 اگست 1947ء کو پاکستان وجود میں آیا۔

۳۔ آنگن کا موضوع کیا ہے؟

تقسیم ہند کے نتیجے میں اہل ہند خاص کر مسلمانوں کی ذہنی وسماجی حالت اور اس کے نتیجے میں ابھرنے والی فکری کشمکش اور الجھنوں کی تصویر کشی ہی اس ناول کا موضوع ہیں۔

۴۔ ڈرامے سے کیا مراد ہے؟

ڈراما (Drama) یونانی لفظ ڈراؤ (Drao) سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں ''کر کے دکھانا'' اس طرح ڈراما وہ کہانی ہے جسے مختلف کردار اپنی گفتگو اور اداکاری کے ذریعے اسٹیج پر پیش کرتے ہیں ڈراما ادبی تخلیق ہونے کے باوجود پڑھنے کے بجائے دیکھنے کی چیز ہے گویا یہ ایک ایسی کہانی ہے جو اداکاروں کی مدد سے ناظرین کے لیے اسٹیج پر پیش کی جاتی ہے

۵۔ آغا حشر کے پانچ ڈراموں کے نام لکھیں۔

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

(تراجم): سفید خون، اسیر حرص

(دیومالائی): سیتا بن باس، مدھر مرلی،

(متفرق): عورت کا پیار، خواب ہستی وغیرہ۔

۶۔ رستم وسہراب کا مرکزی خیال لکھیں۔

رستم وسہراب کا مرکزی خیال یہ ہے کہ فرض اور وطن سے محبت سب سے افضل جذبہ ہے۔ فرض کے مقابلے میں ہر آرزو اور ہر خواہش کم تر ہے اور حب الوطنی کے مقابلے میں ہر قسم کی محبت ہیچ ہے۔

۷۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے معانی لکھیں۔

مؤکل ۔شیون ۔ پینڈا

الفاظ	معنی
مؤکل	وکیل کرنے والا، اسامی
شیون	ماتم وفریاد
پینڈا	نچلا حصہ

کاشان اکیڈمی

سوال نمبر 746 (الف) جمیل الدین عالی کے سفرنامے ''ایک رات'' کا خلاصہ تحریر کریں۔ (۱۵)

0334-5504551

جواب: (الف) جمیل الدین عالی کے سفرنامے ''ایک رات'' کا خلاصہ: مصنف دلی کی فضاؤں میں عشق کے رقص اور سرور کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں دلی اڈے پر اترا اور ساتھی ہی اس نے کہا کہ میں پیدا بھی دلی میں ہوا اور یہی پر پلا بڑا اور مجھے یہی پر ہی سب کچھ حاصل ہوا لیکن آج میں دلی سے ڈرتا ہوں کیونکہ میں اب پاکستان کا حصہ ہوں اور مجھے دلی سے وحشت ہوتی ہے کیونکہ دلی کے تمام سازشوں کا مرکز پاکستان ہوتا ہے اور پاکستان کو تباہ کرنے کے سارے منصوبے یہاں پر بنائے جاتے ہیں۔ ایک رات گزارنے کے لیے یہاں آیا ہوں کل شب کوروس کے شہر ماسکو چلا جاؤں گا جہاں اس نے شاید سویت یونین کے ادیبوں کے ساتھ کسی کانفرنس میں شرکت کرنی تھی۔ دلی میں میں عجیب وغریب کیفیت میں مبتلا ہوں اور اکیلا تنہا گھوم رہا ہوں حالا کہ یہ میرا اپنا شہر ہے۔ پھر مصنف کہتا ہے کہ میرے بچپن میں عورتیں برقعہ پوش ہوا کرتیں تھیں اور عزت کے گھر سے نکلتی تھی اور چادر اور چاردیواری کا تقدس پامال نہیں کرتی تھیں اب یہ حالات ہے کہ فیشن ایبل عورتوں کا تانتہ باندھا ہر جگہ اور ہر شاہراہ پر با آسانی دیکھا جاسکتا ہے جس سے لگ رہا ہے کہ یہاں کی ثقافت اور ریت رواج کافی بدل گیا ہے۔ پھر میں دلی کے اردو بازار کا رخ کرتا ہوں جہان پر خاصا رش بھی ہے اور لوگوں کے ہجوم میں دم بھی گھٹنے لگتا ہے۔ پھر مصنف نظام الدین اولیاء کے دربار میں داخل ہوتا ہے اور بڑے دروازے میں داخل ہوتے ہوئے باولی نظر آتی ہے آج کے بچے باولی کا مطلب تک نہیں جانتے ہوں گے۔ پھر مصنف کہتا ہے کہ میں جنپت ہوٹل کے کمرے میں دلی کی گلیوں، یادگاروں اور چوراہوں سے چھپ کر بیٹھ گیا ہوں اور بے چینی کی سی کیفیت میں اس نظارے کو دیکھ رہا ہوں کے یہ شہر کس قدر تقسیم ہو کر رہ گیا ہے اور اس میں کتنی تبدیلی آ گئی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے پاکستان کی طرف اپنی ہجرت پر ذرا بھی افسوس نہیں ہو رہا ہے نہ ہی مجھے دلی اب کی بار پرانی دہلی کی طرح نظر آ رہی ہے۔ یہاں کے حالات دیکھ کر مجھے اپنی سرزمین پاکستان کسی جنت سے کم نظر نہیں آ رہی ہے پاکستان میری پناہ گاہ ہو جو میرا گھر ہے جو میرا سب کچھ ہے وہ ایک عظیم سرزمین ہے اور مجھے اپنے پاکستانی ہونے پر فخر ہے۔

Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

(ب) سفرنامے سے کیا مراد ہے؟ (۵)

جواب: سفرنامہ، سفر کے تاثرات، حالات اور کوائف پر مشتمل ہوتا ہے فنی طور پر سفرنامہ بیانیہ ہے جو سفرنامہ نگار سفر کے دوران یا اختتام سفر پر اپنے مشاہدات، کیفیات اور اکثر اوقات قلبی واردات سے مرتب کرتا ہے۔ سفرنامہ نگار صرف خارجی ماحول کا ہی مشاہدہ نہیں کرتا بلکہ اپنے بیانیہ کو مدلل اور ہمہ جہت بنانے کے لیے بہت سے دوسرے جزئیات کو بھی سمیٹتا چلا جاتا ہے۔ سفرنامہ نگاری کی آنکھ جتنی باریک بین ہوگی جزئیات اتنی ہی تفصیل سے اس کے مشاہدے میں آئیں گی۔ ایک عام سطح بین منتظر کی جغرافیائی کیفیات کا میکانکی گوشوارہ تو عمدگی سے تیار کر لیتا ہے لیکن فطرت کا دوسرا جو منظر کے داخل سے پھوٹ رہا ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۴۔(الف) ابن انشا کی نثر کی چند اہم خصوصیات بیان کریں۔ (۵)

جواب:(الف) ابن انشاء کے سفرناموں کی اہم خصوصیات: دور حاضر کے دوسرے سفرناموں کی طرح ابن انشا کا سفرنامہ بھی ادبی اہمیت کا حامل ہے، نہ کہ تاریخی، جیسا کہ گذشتہ ادوار کے سفرنامے ہوا کرتے تھے۔ اگرچہ وہ متکلم کے لیے جمع کا صیغہ یعنی ''ہم'' استعمال کرتے تھے۔ کبھی کبھی ان کا سفرنامہ خالصتاً موضوعی ہوتا ہے، نہ کہ معروضی، ان کا جملہ چھوٹا اور سادہ ہوتا ہے اور لفظ عام بول چال کے۔ تاہم اپنے وسیع مطالعے کی بدولت وہ الفاظ کو ایسے نئے معانی بھی عطا کرتے ہیں، جن کے طرف قاری کی توجہ کبھی نہیں کیجاتی، البتہ ابن انشا کے سفرنامے میں ان الفاظ کو دیکھ کر پڑھنے والے کو کسی لغت کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، کیوں کہ ان کا استعمال ہی وہ نئے معانی ہیں جنہیں کھل کر بیان کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

طنز ومزاح: ان کے ہاں طنز و مزاح کے عناصر بہت نمایاں ہوتے ہیں۔ ان کے سفرنامے کے پورے سفر میں آپ زیرلب مسکراتے رہیں گے۔ وہ اپنے ظریفانہ طرز، گہرے مشاہدے، حس مزاح اور بے باک اظہار کی وجہ سے قاری کو دلچسپی کو برقرار رکھتے ہیں۔ وہ انسانی کوتاہیوں پر ہلکا پھلکا طنز بھی کرتے ہیں تاہم ان کا مقصد کچھ

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک ایف اے بی اے تک تمام کلاسز کی اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں اور ایم اے ایم ایڈ کی اسائنمنٹس ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی مشقیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ۔گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

پہلوؤں کی اصلاح کرنا ہوتا ہے۔

شاعرانہ پن: ابن انشا کے سفر نامے کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ وہ اس میں شاعری کو ضرور شامل کرتے ہیں۔کبھی ایک پورا شعر،تو کبھی ایک مصرع استعمال کرتے ہیں،لیکن ان کا استعمال وہ عموماً اور بے موقع نہیں کرتے ، بلکہ صرف وہاں کرتے ہیں جہاں اس کی ضرورت ہو یا برمحل لگیں۔حالانکہ کہیں مزاح پیدا کرنے کی غرض سے وہ ان اشعار میں تبدیلی بھی لاتے ہیں۔زندگی کے بارے میں وسیع تجربات رکھنے کی بدولت وہ بہ وقت ضرورت ضرب الامثال کا استعمال بھی بے دریغ کر دیا کرتے ہیں۔

سفرنامے کی دل کشی: اپنے گہرے مشاہدے،قوت تخلیق اور جرات اظہار کی بدولت وہ اپنے سفرنامے کے دوران راہ میں آنے والے واقعات کی منظر نگاری کر کے اپنی تحریر کو اور بھی دل کش بنا لیتے ہیں۔اگر چہ سفر نامے میں تاریخی احوال اور بدلتے سیاسی رنگ بھی شامل ہوتے ہیں لیکن ان کا مقصد سیاسی رنگ وتاب کو نہیں دیکھنا بلکہ عام آدمی کی حالات زندگی پر توجہ مرکوز کرائے رکھنا ہے۔ان کی زیادہ تر توجہ ملک کے لوگوں کی بولی، چال ڈھال اور رہن سہن پر مرکوز رہتی ہے۔

(ب) سفرنامے کی بنیادی شرائط کیا ہیں؟ (۳)

جواب۔ سفر نامہ چونکہ چشم دید واقعات پر لکھا جاتا ہے،اس لیے سفر اس کی اساسی شرط ہے۔

(ج) جدید فارسی میں ''گرفتار شخصی'' سے کیا مراد ہے؟ (۲)

جواب: یعنی اپنے ہی جال میں پھنسا ہوا۔

(د) ''غالب کے خط ان کی اپنی زندگی کے ترجمان ہیں۔''اس رائے پر جامعیت کے ساتھ اظہار خیال کریں۔ (۱۰)

جواب: ''غالب کے خط ان کی اپنی زندگی کے ترجمان ہیں''

کاشان اکیڈمی 0334-5504551

''مرزا اسداللہ خان غالب'' کی شخصیت کو کون نہیں جانتا۔ہمارے ملک میں تو یہ عالم ہے کہ اگر کسی کو تھوڑی بہت اردو کی سوجھ بوجھ ہے تو غالب کے نام کو تو ضرور جانتا ہوگا۔بحیثیتِ شاعر وہ اتنے مقبول ہیں کہ اُن کے اشعار زبان زدِ خلائق ہیں۔اور بحیثیتِ نثر نگار بھی وہ کسی سے کم نہیں۔ بلکہ اس لحاظ سے ان کا پایہ سب سے بلند ہے کہ ایسے زمانے میں جب رنگینی وقافیہ پیمائی،انشاء پردازی کا اصل سرمایہ سمجھی جاتی تھی۔انہوں نے نثر میں بھی ایک نئی راہ نکالی۔سادہ و پرکار،حسین و رنگین۔یہی نمونہ نثر آنے والوں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوئے۔انہوں نے اپنے خطوط کے ذریعہ سے اردو نثر میں ایک نئے موڑ کا اضافہ کیا۔اور آنے والے مصنفین کو طرزِ تحریر میں سلاست،روانی اور برجستگی سکھائی۔البتہ مرزا غالب کے مخصوص اسلوب کو آج تک ان کی طرح کوئی نہ نبھا سکا۔غالب کے خطوط آج بھی ندرتِ کلام کا بہترین نمونہ ہیں۔

Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

غالب نے فرسودہ روایات کو ٹھوکر مار کر وہ جدتیں پیدا کیں جنہوں نے اردو خطوط نویسی کو فرسودہ راستے سے ہٹا کر فنی معراج پر پہنچا دیا۔غالب کے خطوط میں تین بڑی خصوصیات پائی جاتی ہیں اول یہ کہ انہوں پر تکلف خطوط نویسی کے مقابلے میں بے تکلف خطوط نویسی شروع کی۔دوسری یہ کہ انہوں نے خطوط نویسی میں اسلوب اور طریقِ اظہار کے مختلف راستے پیدا کئے۔تیسرے یہ کہ انہوں نے خطوط نویسی کو ادب بنا دیا۔اُن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ''محمد شاہی روشوں'' کو ترک کر کے خطوط نویسی میں بے تکلفی کو رواج دیا اور القاب وآداب وتکلفات کے تمام لوازمات کو ختم کر ڈالا۔

خطوط اور غالب کی شخصیت: اردو میں غالب پہلے شخص ہیں جو اپنے خطوط میں اپنی شخصیت کو بے نقاب کرتے ہیں۔مثال کے طور پر غالب کی شاعری سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ حالی نے انہیں حیوان ظریف کیوں کہا ہے۔ان کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب کی طبیعت میں ظرافت تھی۔غالب کے کلام سے غالب کی جو تصویر سامنے آتی ہے وہ اس غالب کی ہے جو خیال کی دنیا میں رہتا ہے۔لیکن خطوط میں وہ غالب ہمیں ملتا ہے جس کے قدم زمین پر جمے ہیں۔جس میں زندگی بسر کرنے کا ولولہ ملتا ہے۔جو اپنے نام سے فائدہ اٹھاتا ہے مگر اپنے آپ کو ذلیل نہیں کرتا۔غالب کی زندگی سراپا حرکت وعمل ہے۔اس کی شخصیت میں ایک بے تکلفی ، بے ساختگی اور حقیقت پسندی کی موجودگی اس کے خطوط سے چھلکی پڑتی ہے۔اخفائے ذات اور پاس حجاب کا وہ کم از کم خطوط میں قائل نظر نہیں آتا۔

غالب نے اپنے مکاتیب میں اپنے بارے میں اتنا کچھ لکھ دیا ہے اور اس انداز میں لکھا ہے کہ اگر اس مواد کو سلیقے سے ترتیب دیا جائے تو اس سے غالب کی ایک آپ بیتی تیار ہو جاتی ہے۔اس آپ بیتی میں جیتا جاگتا غالب اپنے غموں اور خوشیوں،اپنی آرزوں اور خواہشوں،اپنی محرومیوں اور شکستوں اپنی احتیاجوں اور ضرورتوں،اپنی شوخیوں،اپنی بذلہ سنجیوں کے ساتھ زندگی سے ہر صورت نباہ کرتا ہوا ملے گا۔غرض ان کی شخصیت کی کامل تصویر اپنی تمام تر جزئیات وتفصیلات کے ساتھ ان کے خطوط ہی میں دیکھی جا سکتی ہے۔

بے تکلفی اور سادگی: غالب کے انداز نگارش کی ممتاز ترین خصوصیت یہ ہے کہ جو کچھ لکھتے ہیں بے تکلف لکھتے تھے۔ان کے خطوط کا مطالعہ کرتے وقت شائد ہی کہیں یہ احساس ہو کہ الفاظ کے انتخاب یا مطالب کی تلاش وجستجو میں انہیں کاوش کرنی پڑی۔عام ادبی بول چال کا سہارا لے کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ غالب کی تحریر'' آورد نہیں'' آمد'' ہے۔مولانا حالی کے الفاظ میں،''مرزا سے پہلے کسی نے خط وکتابت کا یہ انداز اختیار کیا اور نہ ان کے بعد کسی سے اس کی پوری پوری تقلید ہو سکی''۔

انھوں نے القابات کے فرسودہ نظام کو ختم کر دیا۔وہ خط کو میاں،کبھی برخودار،کبھی مہاراج،کبھی بھائی صاحب،کبھی کسی اور مناسب لفظ سے شروع کرتے ہیں۔اس بے تکلفی اور سادگی نے ان کے ہر خط میں ڈرامائی کیفیت پیدا کر دی ہے۔مثلاً یوسف مرزا کو اس طرح خط شروع کرتے ہیں،''کوئی ہے،ذرا یوسف مرزا کو بلائیو،لو صاحب وہ آئے۔''

جدت طرازی: غالب کی تحریر کی جان جدّت طرازی ہی ہے۔وہ بنے بنائے راستوں پر چلنے کے بجائے خود اپنا راستہ بناتے ہیں۔عام اور فرسودہ انداز میں بات کرنا

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ،ایم ایس سی ، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک،ایف اے،آئی کام،بی اے،بی کام، بی ایڈ،ایم اے،ایم ایس سی، ایم ایڈ،ایم فل،پی ایچ ڈی،ایف ایس کی ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں۔ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

اُن کا شیوہ نہیں۔انہوں نے خطوط نویسی کو ایجاد کا طریق نو بخشا، جو ادبی اجتہاد سے کم نہیں، میر مہدی کا ایک خط یوں شروع ہوتا ہے۔''مار ڈالا یار تیری جواب طلبی نے''

ایک اور خط کی ابتداء یوں کرتے ہیں،'' آہاہا۔میرا پیارا مہدی آیا۔آؤ بھائی، مزاج تو اچھا ہے۔بیٹھو۔''

غالب کی اس جدت پسندی نے مراسلے کو مکالمہ بنا دیا۔اپنی اس جدّت پسندی پر خود اظہارِ خیال کرتے ہیں کہ''میں نے وہ اندازِ تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلے کو مکالمہ بنا دیا ہے۔ہزار کوس سے بہ زبانِ قلم باتیں کرو، ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو۔''

شوخیِ تحریر: مولانا حالی لکھتے ہیں کہ جس چیز نے ان کے مکاتیب کو ناول اور ڈراما سے زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے وہ شوخیِ تحریر ہے جو اکتساب، مشق و مہارت یا پیروی و تقلید سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگوں نے خط و کتابت میں مرزا کی روش پر چلنے کا ارادہ کیا اور اپنے مکاتبات کی بنیاد بذلہ سنجی و ظرافت پر رکھنی چاہی ہے۔مگر ان کی اور مرزا کی تحریر میں وہی فرق پایا جاتا ہے جو اصل اور نقل یا روپ بہروپ میں پایا ہوتا ہے۔مرزا کی طبیعت میں شوخی ایسی بھری ہوئی تھی جیسے ستار میں سر بھرے ہوئے ہیں۔اور بقولِ حالی مرزا کو بجائے''حیوان ناطق''''حیوان ظریف'' کہنا بجا ہے۔غالب نے اپنی طبیعت کی شوخی اور ظرافت سے کام لے کر اپنے خطوں میں بھی بذلہ سنجی اور شگفتگی کے گلزار کھلائے ہیں۔ماہِ رمضان میں لکھا گیا ایک خط:''پانی، حقے اور روٹی کے ٹکڑے سے روزے کو بہلاتا ہوں۔''

''میاں تمہارے دادا امین الدین خان بہادر ہیں میں تو تمہارا دلدادہ ہوں۔''یا جیسے کہ "تم تو چشم نور س ہو اس نہال کے "

ذات اور ماحول: پورے مکاتیبِ غالب کو سامنے رکھ کر حیات غالب کا مکمل نقشہ تیار کیا جاسکتا ہے۔کیونکہ غالب نے اپنے ارد گرد کے ماحول اور حالت زندگی کی مکمل ترجمانی اپنے خطوط میں کی ہے۔مثلاً پیدائش، خاندان، وسائل معاش، رہائش، دوست احباب، خورد و نوش، شب و روز کی مشغولیات، سفر و حضر وغیرہ۔حیات غالب کے متعلّق تمام معلومات مکاتیب میں موجود ہیں۔ایک خط میں اپنے ماحول کے متعلق یوں رقمطراز ہیں''میں جس شہر میں ہوں، اس کا نام دلّی اور اس محلے کا نام بلّی ماروں کا محلّہ ہے۔لیکن ایک دوست اس جنم کے دوستوں میں نہیں پایا جاتا۔واللہ ڈھونڈنے کو مسلمان اس شہر میں نہیں ملتا۔کیا امیر، کیا غریب، کیا اہلِ حرفہ۔اگر کچھ ہیں تو باہر کے ہیں۔ہنود البتہ کچھ کچھ آباد ہو گئے ہیں۔''

ان خصوصیات کے ساتھ ساتھ غالب کئی جدید اصناف کے موجد بھی قرار پائے جن کا مختصر ذکر ذیل میں دیا جا رہا ہے۔

مکالمہ نگاری و انشائیہ: غالب نے نامہ نگاری کو مکالمہ بنا دیا ہے جس میں مکالمے بھی ہیں اور بات چیت کی مجلسی کیفیت بھی:''بھائی تم میں مجھ میں نامہ نگاری کا ہے کو ہے۔مکالمہ ہے۔'' باتیں کرنے کا یہ انداز نثر میں زندگی کی غمازی کرتا ہے۔اور اسلوب کا یہ انداز ہے جو انشائیہ نگاری کے لئے نہایت ضروری ہوتا ہے۔اردو میں انشائیہ کی صنف غالب کے بعد سرسید کے زمانے میں ظہور میں آئی۔لیکن اس صنفِ ادب کے لئے غالب کے اسلوبِ گفتگو نے زمین پہلے سے ہموار کر دی تھی۔سرسید اور اُن کے رفقاء نے جب انشائیے لکھنے شروع کئے تو مکاتیبِ غالب کا سادہ، صاف اور نکھرا ہوا اسلوب ان کے کام آیا۔

ڈراما: غالب نے اپنے خطوط میں مکالمہ نگاری کا جو اسلوب اپنایا ہے اس میں ڈرامائیت کی وہ ادا نظر آتی ہے جو آگے چل کر ڈرامہ نگاری کا ایک لازمی حصہ بن گئی۔اردو کے افسانوی ادب میں ناول اور ڈرامے کی اصناف بھی غالب کے بعد ظہور میں آئیں۔لیکن خطوط غالب کے یہ پیرایہ ہائے بیان ان اصناف ادب کے لئے اظہار و بیان کی راہیں تیار کر گئے۔مثال کے طور پر ایک جگہ لکھتے ہیں۔

غالب: بھئی محمد علی بیگ، لوہاروں کی سواریاں روانہ ہو گئیں؟

محمد علی: حضرت ابھی نہیں!

غالب: کیا آج جائیں گی؟

محمد علی: آج ضرور جائیں گے! تیاری ہو رہی ہے!''

رپورتاژ: مکالموں اور باتوں کے ساتھ ساتھ مجلسی زندگی کا ایک اہم پہلو خبریں سنانے کا ہے۔خبریں اور خبروں پر تبصرے معاشرتی جبلت ہے۔جن کی تکمیل احباب کی شبانہ روز مجلسوں میں ہوتی ہے۔غالب نے بھی اس کے ذریعے مجلسی فضا پیدا کر کے اپنی اور احباب کی تسکین دل کا سامان کیا ہے:''آج شہر کے اخبار لکھتا ہوں۔سوانح لیل و نہار لکھتا ہوں۔''

''ہم تمہارے اخبار نویس ہیں اور تم کو خبر دیتے ہیں کہ۔۔۔۔۔''

اس طرح غالب صرف واقعات و حالات ہی بیان نہیں کرتے بلکہ ردعمل اور تاثرات بھی قلم بند کر جاتے ہیں۔اس طرح غالب کے خطوط کا یہ سرمایہ رپورتاژ کی ذیل میں آ جاتا ہے۔جسے ادب میں ایک الگ صنف کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔

آپ بیتی: غالب آپ بیتی یا سرگزشت نہیں لکھ رہے تھے۔صرف احباب کے نام خط لکھ رہے تھے لیکن ان خطوط میں انہوں نے اپنی زندگی کے متعلق اتنا کچھ لکھ دیا ہے اور اس انداز سے لکھ دیا ہے کہ اگر اس مواد کو سلیقے سے ترتیب دیا جائے تو اس سے غالب کی ایک آپ بیتی تیار ہو جاتی ہے۔اردو ادب میں آپ بیتی کو بعد میں اپنایا گیا لیکن مکاتیبِ غالب میں ان کی خودنوشت سوانح نے اردو میں آپ بیتی کے لئے زمین ہموار کر دی تھی۔

مختصر کہانی: دراصل خطوط غالب انسانی زندگی کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں اور مختصر کہانی کا موضوع ہی انسانی زندگی کا کوئی پہلو ہوتا ہے۔غالب نے شخصی اور اجتماعی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بیان کرنے میں جس رواں اور شگفتہ انداز بیاں کو اختیار کیا ہے اس نے مختصر کہانی کے لئے راہیں ہموار کیں۔
اس طرح غالب کے خطوط بیشتر اصناف ادب کے لئے پیشرو اور رہنما ثابت ہوئے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر غالب نے اپنے خطوط میں یہ راہیں نہ دکھائی ہوتیں تو اردو کے نثری اوصناف ادب کو اپنے نشو و نما و ارتقاء میں شائد اتنی سہولتیں نہ ملتیں۔

مجموعی جائزہ: غالب کے خطوط اردو نثر میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور اردو ادب کے عظیم نثر پاروں میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ یہ خطوط فطری اور بامعنی ہیں۔انہوں نے القاب و آداب غائب کر دیے ہیں۔اور ان میں ڈرامائی عنصر شامل کر دیا ہے۔اُن کا اسلوب خود ساختہ ہے۔وہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بیان کرنے کا سلیقہ جانتے ہیں۔مشاہدہ بہت تیز ہے۔منظر نگاری خاکہ نگاری میں بھی ملکہ حاصل ہے اُن کے خطوط کی سب سے بڑی خصوصیت لہجہ کی شیرینی اور مزاح کی خوش بینی ،ظرافت اور مزاح ہے۔جس میں ہلکی ہلکی لہریں طنز کی بھی رواں ہیں۔جبکہ یہی خطوط ہیں جو اردو ادب کے کئی اصناف کی ابتداء کا موجب بنے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ غالب کو اگر شاعری میں ایک انفرادی حیثیت حاصل ہے تو نثر میں بھی وہ ایک الگ اور منفرد نام رکھتے ہیں۔بقول غلام رسول مہر: ''غالب نے اپنی سرسری تحریرات میں ذات اور ماحول کے متعلق معلومات کا جو گراں قدر ذخیرہ وارادہ فراہم کر دیا ہے۔اس کا عشرِ عشیر بھی کسی دوسرے مجموعے میں نظر نہ آئے گا''

سوال نمبر 47۔(الف) میاں محمد بخش کی کتاب ''سیف الملوک'' کا تعارف کرائیں۔ (۵)

جواب: میاں محمد بخش کی یہ کتاب کتاب عشق حقیقی اور عشق مجازی کے دلکش اور خوبصورت انداز میں رچی بسی ہے۔اس میں سیف الملوک نامی ایک لوک داستان کو منظوم انداز میں بہت خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے۔اس لوک داستان کے مرکزی کردار شہزادہ سیف الملوک اور پری بدیع الجمال ہیں اور ''سیف الملوک'' دراصل ان دونوں کے لازوال عشق کی داستان ہے جسے علامتی انداز میں لکھا گیا ہے۔کلام کی روانی، بیان کی سادگی، زبان کی شیرینی، جذبات نگاری، واقعات نگاری اور منظر نگاری اس داستان کو فکری لحاظ کے ساتھ ساتھ فنی لحاظ سے بھی ایک معرکہ آرا ادبی شاہکار بنا دیتی ہیں۔انہی ادبی اصناف کی بدولت ''میاں محمد بخش'' کی شخصیت ایک صوفی بزرگ کے علاوہ منجھے ہوئے شاعر کی حیثیت سے ہمارے سامنے آتی ہے۔

(ب) ''خاک کے اندر خاک ہوئی'' کا مفہوم واضح کریں۔ (۳)

جواب: اس سے مراد ہے کہ یہ دنیا کی رنگینی بے ثبات چیز ہے اور آخر انسان کی منزل اس کا خمیر یعنی وہی مٹی ہے جس سے وہ پیدا ہوا یعنی کہ انسان مٹی سے بنایا گیا ہے اور مرنے کے بعد مٹی کی ہی نذر کیا جانا اس کا مقدر ہے۔

Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com
کاشان اکیڈمی
0334-5504551

(ج) لوک کہانی سے کیا مراد ہے؟ (۳)

جواب۔ لوک کہانی سے مراد ایسی کہانی ہے یا نظم و نثر ہیں جو عوام کے خیالات ، جذبات اور احساسات کی ترجمانی کرتی ہے۔لوک کہانیوں کا ایک وصف یہ ہے کہ یہ تحریری شکل میں نہیں ہوتی بلکہ سینہ بہ سینہ اور نسل در نسل ہم تک پہنچتی ہیں۔مختلف معاشروں اور خطوں کے معاشی، سماجی، سیاسی اور معاشرتی حالات ان پر اثر انداز ہوتے ہیں اور ایسا بھی ممکن ہوسکتا ہے کہ معدودے چند تبدیلیوں کے ساتھ ایک ہی لوک کہانی مختلف علاقوں اور صورتوں میں مروج ہو۔

(د) لوک کہانی پر کون کون سے سماجی عناصر اثر انداز ہوئے ہیں۔ (۵)

جواب: لوک کہانی پر اثر انداز ہونے والے عناصر: لوک کہانی کا تعلق عوام الناس سے ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ کم وبیش ہر زبان کی لوک کہانیوں کی مقصدیت کا تصور، بلکہ بنیادی مقصد کا عنصر، ہر جگہ، ہر معاشرے اور ہر خطے میں یکساں ہوتا ہے۔ان کہانیوں میں مذہبی اور دینی عقائد کی بجائے خوش اعتقادی اور ضعیف العتقادی کا عمل دخل زیادہ ہوتا ہے۔کوئی بھی کہانی کسی بھی مخصوص خطے میں بسنے والے مخصوص زبان بولنے والے انسانی گروہوں کے رسم و رواج ،میلوں ٹھیلوں، تہواروں ،دعوتوں، شادیوں طبعی خوش مزاجیوں اور ثقافتی اقدار و روایات کا اظہار یہ ہوتی ہے اور لوک کہانی پر مختلف معاشروں اور خطوں کے معاشی، سیاسی، سماجی اور معاشرتی عناصر اثر انداز ہوتے ہیں۔

(ہ) ''لالچی وزیر'' کا مرکزی خیال لکھیں۔

جواب: مصنف نے اس کہانی میں یہ بتانے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ دنیا میں ہر برائی کے پیچھے لالچ ہی کارفرما ہوتی ہے یعنی ہر برائی کی ابتدا لالچ سے ہوتی ہے۔

سوال نمبر 48: ماہرالقادری کے شامل نصاب حمد یہ اشعار کی تشریح کریں۔

جواب: ماہرالقادری کے شامل نصاب حمدیہ اشعار کی تشریح:

(ا) **خدا کے نام سے، ہر ابتدائے کار کریں**
اسی کی راہ میں ہر چیز کو نثار کریں

تشریح: ماہرالقادری فرماتے ہیں کہ ہر کام کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام سے کرنا چاہئے۔اس لئے کہ ہمارا عقیدہ ہے جس کام کا آغاز اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام سے کیا جائے وہ کام بخیر و عافیت ہو جاتا ہے اور باعث برکت بھی ہوتا ہے۔وہ مالک کائنات ہے۔آقا ہے۔لہٰذا بندے کو چاہئے کہ وہ اپنا تن من اور دھن ذات اقدس پر قربان کرے۔ہمارا ہر عمل اور فعل اللہ تعالیٰ کیلئے ہونا چاہئے۔وہ ہر شے کا مالک ہے اور ہر شے اسی کی وجہ سے ہے۔اس کی مرضی کے بغیر ایک تنکا بھی حرکت نہیں کرسکتا۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی کی پی ڈی ایف اسائنمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں یا ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

(۲) یہی تو دل کی سعادت ہے نطق کی معراج
خدا کی حمد کریں اور بار بار کریں

تشریح: ماہرالقادری فرماتے ہیں کہ ہر وقت اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا چاہئے۔صرف اسی میں انسان کی خوش نصیبی پوشیدہ ہے۔انسان اشرف المخلوقات اسی لئے ہے کہ وہ بولنے کی قوت رکھتا ہے۔لہٰذا اس قوت سے اپنے خالق کی تعریف وثناء نہیں کرے گا تو لازماً بدنصیب ٹھہرے گا۔حدیث مبارکہ ہے کہ

اے انسان!اگر تو مجھے لوگوں میں یاد کرے گا تو میں تجھے فرشتوں میں یاد کروں گا اور اگر تو دل میں یاد کرے گا تو میں بھی ایسا ہی کروں گا۔

لہٰذا انسان کیلئے اس سے بڑی خوش نصیبی اور کامیابی کیا ہوسکتی ہے۔

(۳) مسرتیں ہوں تو شکر خدا بجالائیں
مصیبتیں ہوں تو ہم صبر اختیار کریں

تشریح: ماہرالقادری فرماتے ہیں کہ خوشی اور غم دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔خوشیاں دینے والی ذات باری تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اس ذات کا احسان مانیں۔اسی طرح دکھ،تکلیف اور مشکلات بھی اسی کی طرف سے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے نیک بندوں کا امتحان انہی چیزوں سے لیتا ہے۔وہ دیکھتا ہے کہ میرا بندہ اس امتحان میں ثابت قدم رہا ہے کہ نہیں۔اس نے صبر و برداشت سے کام لیا یا کہ نہیں۔اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم دکھ درد اور تکلیف ہونے کا ثبوت فراہم کریں اور ان مشکلات میں صبر و برداشت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

کاشان اکیڈمی

(۴) یہ کیا کہا کہ نگاہ کرم نہیں ہوتی
گناہگار،گناہوں کا بھی شمار کریں

0334-5504551

تشریح: ماہرالقادری فرماتے ہیں کہ انسان تو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے شکوے اور شکایات کرتا رہتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اللہ اس سے مہربانی وشفقت سے پیش نہیں آتا۔انسان کی ایسی سوچ درست نہیں وہ ذات بڑی رحمٰن اور رحیم ہے۔وہ ہر ایک کے ساتھ لطف ومہربانی کے ساتھ پیش آتا ہے۔ماہرالقادری شکایت کرنے والے کو مخاطب ہوکر فرماتے ہیں کہ اے انسان! تو ہی ناشکری کرتا ہے۔اگر تو اپنے گناہوں کو گنے تو تجھے معلوم ہوجائے گا کہ تو تو مجسم گناہوں کا پتلا ہے۔ان گناہوں کی کثرت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے تجھے سزا نہیں دی ہے۔اس لئے تجھے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

(۵) اسی میں دل کا سکوں ہے،یہی ہے عقل کی بات
خدا رسولؐ کی باتوں پہ اعتبار کریں

تشریح: ماہرالقادری فرماتے ہیں کہ اللہ اور اس کے پیارے حبیبؐ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ہی دانائی وعقل مندی ہے؛اسی میں بندے کو سکون واطمینان ملتا ہے۔ایسا نہ کرنے سے بے سکونی وبے اطمینانی ملتی ہے اور آدمی ہر وقت پریشان رہتا ہے۔اگر دل کا سکون حاصل کرنا ہے اور عقل مند بننا ہے،تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اللہ اور نبی کی باتوں کو تسلیم کرتے ہوئے ان پر کاربند ہو۔یوں وہ مثال سچ ثابت ہوجائے کہ ہمہ خرما وہمہ ثواب،یعنی آم کے آم،گٹھلیوں کے دام۔دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت میں بھی جنت مل جائے گی۔یہ اطمینان بھی ہوجائے گا کہ ہم نے اللہ اور نبی کی حکم عدولی نہیں کی۔

(۵) ہر ایک پھول چمن کا،خدا کی آیت ہے
اسی نگاہ سے، نظارۂ بہار کریں

تشریح: اس شعر میں ماہرالقادری اللہ تعالیٰ کے قادرِ مطلق ہونے کا اقرار کررہے ہیں۔وہ کائنات کی ہر چھوٹی اور بڑی سے بڑی شے کو اللہ تعالیٰ کی نشانی بتا رہے ہیں،جس میں کسی شک وشبے کی گنجائش نہیں ہے،لیکن اس دنیا میں مادہ پرستوں کی کمی نہیں،جو موجودات ہی کو اپنا سب کچھ مانتے ہیں۔ماہرالقادری فرماتے ہیں کہ اس کائنات کی ہر ادنیٰ واعلیٰ شے اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔

اس شعر میں پھول،چمن اور بہار اسی طرح نگاہ،نظارہ خدا اور آیت مناسباتِ لفظی ہیں اور ان کی رعایت سے شعر میں حسن وخوبصورتی پیدا ہوگئی ہے۔یہاں پھول سے مراد اس کائنات کی ہر ایک شے،چمن سے مراد مادی دنیا،بہار سے مراد دنیا کی خوب صورتیاں اور دل فریبیاں ہیں۔

سوال نمبر 2: (الف) میر کے کلام کی اہم خصوصیات بیان کریں۔

جواب: **میر کے کلام کی اہم خصوصیات:** میر کے ہاں غمِ دوران اور جاناں کا حسین امتزاج بھی پایا جاتا ہے اور تصوف کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں۔مجموعی طور پر ان کا غم وہ صورت اختیار کرجاتا ہے کہ بقولِ مولوی عبدالحق ''ان کا ہر شعر ایک آنسو ہے اور ہر مصرعہ خون کی ایک بوند'' لیکن یہ شدت غم مایوسی کی صورت اختیار نہیں کرتی،بلکہ ایک حوصلہ مند انسان کا روپ دھار لیتی ہے،جو حادثات کا بھرپور طریقے سے مقابلہ کرتا ہے۔

غمِ دوراں: میر کا عہد بنیادی طور پر فساد اور جنگ آرائی کا دور تھا۔محمد شاہ کے عہد میں سلطنتِ مغلیہ امراء کی سازشوں کا شکار ہوکر تباہی کے دہانے کی جانب بڑھ رہی تھی۔محمد شاہ اسے سنبھالا دینے کی بجائے عیش وعشرت میں مست رہا۔سکھوں،مرہٹوں اور جاٹوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور قتل وغارت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔نادر شاہ درانی

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس،پروپوزل،پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں ۔

نے رہی سہی کسر پوری کردی۔ عالم قادر روہیلہ نے احمد شاہ کی آنکھوں میں سلائیاں پھروادیں۔ شاہ عالم ثانی میں دور میں مرہٹوں، سکھوں اور انگریزوں نے رہی سہی کسر بھی پوری کردی میر بھی دیگر افراد کی طرح ان حالات سے دوچار رہے اور بحیثیت شاعر ان کا زیادہ اثر لیا۔ اس بحران نے ہر شخص کو بے اطمینانی سے دوچار کردی یہی میر کا اجتماعی غم بھی ہے اور ذاتی غم بھی، کیوں کہ میر انفرادی طور پر بھی حالات کی بنا پر کش مکش کا شکار رہے۔

غمِ جاناں: میر کے ہاں وارداتِ عشق اور کیفیاتِ عشق کا بیان ہے اور ایسا انداز ان کے ہاں پایا جاتا ہے، جو انھیں حقیقی عاشق ثابت کرتا ہے ۔ ناکامیِ محبت کے واقعے نے ان کے غم کو درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ یہ غم انھیں تکلیف سے بھی دوچار کرتا ہے اور لذت سے سے ہم کنار بھی۔

دیکھ تو دل کہ جاں سے اٹھتا ہے — یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے

تصوف: میر کا بچپن اگرچہ صوفیانہ ماحول میں گزرا، لیکن وہ خود کو تصوف سے زیادہ ہم آہنگ نہ کر پائے، البتہ تصوف کے حوالے سے ان کے ہاں صبر وقناعت، خودداری، بے اختیاری اور فنا کا گہرا احساس پایا جاتا ہے۔ صوفیانہ خیالات کے باعث ان کے ہاں وحدت الشہود کا نظریہ پایا جاتا ہے۔ تصوف کے دیگر نظریات کے تحت وہ مسئلہ جبر کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک انسان بے اختیار ہے۔ اگر کوشش کرے بھی تو حالات وواقعات کو بدلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ تصوف کے ان عناصر کی جھلک کبھی ان کی زندگی میں دکھائی دیتی ہے اور کبھی نہیں دیتی۔

اندازِ بیاں: بنیادی طور پر میر کے کلام میں سادگی اور بے تکلفی پائی جاتی ہے۔ گفتگو کی سی روانی کا احساس ان کے کلام میں قدم قدم پر ہوتا ہے۔ مناظرِ قدرت کی تصویر کشی بھی ان کے ہاں خوب ہے اور محبوب کی سراپا نگاری بھی۔ ان کے کلام کو معنی آفرینی سے ہم کنار کرنے والا اہم عنصر موسیقیت ہے۔ وہ موضوعات اور کیفیات کے مطابق بحروں کا استعمال کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں فرسودہ مضامین کو انھوں نے جدت ادا سے پیش کیا ہے۔

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

اپنے دور کی عکاسی: میر کا عہد انتہائی پر آشوب تھا۔ مغلیہ سلطنت زوال پذیر تھی۔ نادر شاہ درانی کے حملے نے دہلی کی رہی سہی طاقت کو ختم کردیا تھا۔ سیاسی بدحالی اپنے عروج پر تھی؛ تمام اخلاقی اقدار مٹ رہی تھیں؛ ہر طرف افراتفری اور نفسا نفسی کا عالم تھا۔ میر کے کلام میں اپنے عہد کے حالات وواقعات کی جاندار تصویریں ملتی ہیں۔ مغلیہ خاندان کی تباہی اور اخلاقی اقدار کی پامالی کا ذکر میر نے بڑے دکھ بھرے انداز میں کیا ہے۔ مغلیہ خاندان کے تاجداروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

دلی میں آج بھیک بھی ملتی نہیں اُنھیں — تھا کل تلک دماغ جنھیں تاج وتخت کا

زبان وبیان کی سادگی: میر کی غزلوں میں جذبات کی سادگی، الفاظ میں سلاست اور صفائی اور بحرونی میں روانی پائی جاتی ہے اُن کی غزلیں خواہ طویل بحروں میں ہوں، خواہ چھوٹی بحروں میں، اُن میں سادگی اور روانی ہر حال میں موجود ہوتی ہے۔ اس سادگی نے ان کے شعروں میں ہمہ گیری پیدا کردی ہے۔ وہ اپنے ہم عصروں کی طرح مشکل ترکیبیں اور مشکل تشبیہات واستعارات کا استعمال نہیں کرتے، بلکہ اپنے جذبات واحساسات کو نہایت سہل اور آسان زبان مین بیان کردیتے ہیں، جس سے اشعار میں عام بول چال کا انداز پیدا ہوجاتا ہے۔ میر سنجیدہ افکار اور جذباتی سچائیوں کو اس طرح عام فہم زبان میں پیش کرتے ہیں کہ قاری کو سمجھنے میں کسی قسم کی دقت پیش نہیں آتی اور ڈاکٹر وحید کے بقول ''خواصِ ادب کو بھی ان کا لوہا ماننا پڑتا ہے''۔ اُن کی غزل پڑھ کر دل متاثر ہوتا ہے۔ کچھ غم کی باتیں، کچھ کہنے کا بھولا بھالا انداز، کچھ مشفقانہ سا لہجہ جس میں میاں اور صاحب کے کلمات بڑی مزہ دیتے ہیں۔ میر کے اشعار کی سادگی اور سلاست کا اندزہ ان شعروں سے لگایا جاسکتا ہے۔

نازکی اُس کے لب کی کیا کہیے — پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے۔
کھلنا کم کم کلی نے سیکھا ہے — اُس کی آنکھوں کی نیم خوابی سے۔

(ب) میر کی پہلی غزل میں سے تین اشعار منتخب کریں اور ان کی تشریح بھی کریں۔

جواب: میر تقی میر غزل نمبر - I

شعر 1: دیکھ تو دل کہ جاں سے اُٹھتا ہے — یہ دھواں سے کہاں سے اُٹھتا ہے

تشریح: میر نے انفرادی اور اجتماعی طور پر غم والم سے پُر زندگانی بسر کی۔ انفرادی طور پر بھی مشکل حالات سے دوچار رہے اور اجتماعی طور پر اقدار کی پامالی اور سیاسی حالات نے ہر خاص وعام کو ازحد متاثر کیا۔ ایسے میں میر کیلئے بھی ان حالات سے فرار ممکن نہیں تھا۔ یہ درد والم جذبات میں ڈھل کر شاعری بن گئے، جن کا ذکر دیوانِ میر میں جابجا ملتا ہے، کیوں کہ ایسی درد بھری زندگی میں نالہ وفریاد اور آہ وزاری امرِ لازم ہے۔ میر بھی ان عناصر سے جان نہیں چھڑا پائے اور مسلسل آہ وزاری میں مصروف رہے بقول غالب:

ضعف سے گریہ مبدل بہ دمِ سرد ہوا — باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہوجانا

آنسو خشک ہوچکے ہیں، لیکن دل کی تڑپ کم نہیں ہوئی۔ نالہ وفریاد کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ آہیں دل پرسوز سے دھوئیں کی صورت اٹھتی ہیں، اس لیے میر کہتے ہیں کہ میری آہ وزاری سے دھواں اٹھتا ہوا محسوس ہوتا ہے، لیکن مجھے معلوم نہیں کہ سوزِ دل کا نتیجہ ہے یا سوزِ جاں کا۔ مجھے تو کچھ خبر نہیں، ذرا تم دیکھو اور مجھے بتاؤ کہ دل وجاں میں سے کون سی شے ہے، جو اس قدر مائل بہ سوز ہے۔

شعر 2: گور کس دل جلے کی ہے یہ فلک — شعلہ اک صبح یاں سے اُٹھتا ہے

تشریح: اے فلک! یہ کس دل جلے کی قبر ہے کہ دل کی سوزش شعلے کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔ غمِ جاناں اور غمِ دوراں کے ہاتھوں تباہ حالی نے شاعر کا ناتا دنیا سے توڑ

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس۔گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

دیا ہے لیکن بعد از مرگ بھی اسے چین وسکون میسر نہ آسکا۔آغوشِ گور میں بھی وہ حالات بھلائے نہیں بھولتے۔دل آہ وزاری میں مبتلا ہے اور دل کا سوز شعلوں کی صورت میں عیاں ہوتا ہے۔فلک سے پوچھتے ہیں کہ یہ کس مبتلائے دردو الم کی قبر ہے کہ ہر صبح یہاں سے شعلے اٹھتے دکھائی دیتے ہیں؛ یہ کون بدنصیب ہے کہ غم کی چنگاریاں اس کی قبر سے لپٹی ہیں کہ موت بھی اُسے دکھوں سے نجات نہ دلا سکی۔بقول شاعر:

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے   مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

شعر 3: **نالہ سُر کھینچتا ہے جب میرا   شور اک آسماں سے اُٹھتا ہے**

تشریح: میری آہ وزاری جب حد سے بڑھ جائے، تو اس کا اثر آسماں پر شور شرابے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔میر کہتے ہیں کہ میرا درد وغم جب حد سے بڑھ جاتا ہے، تو میں آہ وزاری کرتا ہوں۔یہ آہ وزاری جب طوالت اختیار کر لیتی ہے، تو آسماں کو ہلا کر رکھ دیتی ہے۔میر تقی میر بنیادی طور پر غم والم کے شاعر ہیں۔یہی غم والم جو ان کی حقیقی زندگی کا حصہ ہیں جب ان کی شاعری میں نمایاں ہوتے ہیں، تو حد درجہ پُر تاثیر بن جاتے ہیں۔مذکورہ شعر میں بھی غم اپنی پوری شدت سے جلوہ گر ہے اور اس قدر پُر تاثیر ہے کہ آسماں تک ان کی آہ وزاری سن کر ہل جاتا ہے اور وہاں ایک شور بپا ہو جاتا ہے۔گویا وہ بھی فریاد کرنے والے کو روکنے کی سعی میں مبتلا ہے کہ کہیں یہ آنسو اور آہیں اس کا سینہ چاک نہ کر دیں۔

کاشان اکیڈمی

سوال نمبر 49: **مندرجہ ذیل اصنافِ سخن کا تعارف کرائیں۔**

قصیدہ۔رباعی۔مثنوی۔قطعہ۔معریٰ نظم۔

جواب: قصیدہ: قصیدہ ایسی صنفِ سخن ہے۔جس میں کسی زندہ شخص کی بہادری، جرات سخاوت یا دیگر نمایاں اوصاف بیان کیے گئے ہوں۔قصیدے کا پہلا شعر بھی مطلع کہلاتا ہے۔غزل کی طرح پہلے شعر کے دونوں اور باقی اشعار کے دوسرے مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔قصیدے میں شروع سے آخر تک ایک ہی بحر ہوتی ہے۔اشعار کی تعداد مقرر نہیں ہے۔قصیدہ: تشبیب، گیریز، مدح اور دعا وغیرہ اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے۔قصیدہ گوئی عربی سے فارسی اور فارسی سے اردو میں مروج ہوئی۔مثالیں:۔اردو میں نصرتی، غواصی، سودا، ذوق اور مرزا غالب کے قصیدے زیادہ اہم ہے۔

0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

رباعی: رباعی عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معانی چار کے ہیں۔اصطلاح میں رباعی وہ مختصر نظم ہے، جس کے چار مصرعے ہوتے ہیں، جن میں پہلا، دوسرا اور چوتھا ہم قافیہ یا ہم قافیہ وہم ردیف ہوتے ہیں۔

اگرچہ رباعی کے لیے موضوع اور مضمون کی کوئی قید نہیں ہے، لیکن عام طور پر اس میں صوفیانہ اور اخلاقی مضامین قلم بند کیے جاتے ہیں۔رباعی کے اوزان اور بحریں مخصوص ہیں، اس لیے یہ ایک مشکل صنف تصور کی جاتی ہے۔میر، سودا، اکبر، حالی، جوش اور امجد حیدر آبادی اہم رباعی گو ہیں۔

مثنوی: مثنوی ایسی مسلسل نظم ہے، جس کے ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ (یا ہم قافیہ اور ہم ردیف) ہوتے ہیں اور ہر شعر کا قافیہ دوسرے شعر کے قافیے سے الگ ہوتا ہے۔یہ شروع سے آخر تک ایک ہی بحر میں ہوتی ہے۔ربط و تسلسل اس کا اہم اصول ہے۔یہ زیادہ تر طویل قصوں، داستانوں اور جنگی حالات کو منظوم صورت میں بیان کرنے کے کام آتی ہے۔

اردو مثنوی کا آغاز دکن میں ہوا۔میر تقی میر، حالی، محمد حسین آزاد اور کئی دیگر معروف شعراء نے مثنویاں لکھیں، لیکن جو مقام میر حسن کی مثنوی ''سحر البیان'' اور دیا شنکر نسیم کی مثنوی ''گلزارِ نسیم'' کو نصیب ہوا، وہ اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔بے ساختگی، ربط اور تسلسل، روانی، واقعہ نگاری، جذبات نگاری، منظر کشی، شگفتگی اور حسنِ ترتیب مثنوی کی اہم خوبیاں ہیں اور یہ خوبیاں ''سحر البیان'' میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

قطعہ: قطعے کے لفظی معنی ٹکڑے کرنا کے ہیں۔اصطلاح میں قطعہ اس نظم کو کہا جاتا ہے، جس میں ایک شعر کا مفہوم دوسرے شعر سے وابستہ ہو اور اس کے مضمون میں تسلسل ہو۔بعض لوگ اسے قصیدے کا ٹکڑا سمجھتے ہیں۔اس میں مطلع نہیں ہوتا اور یہ کسی بھی بحر میں لکھا جا سکتا ہے۔قطعہ کم از کم دو اشعار پر مشتمل ہوتا ہے اور زیادہ کی کوئی پابندی نہیں ہوتی۔)اسی طرح قطعے میں موضوع کی بھی کوئی قید نہیں۔چونکہ قطعہ دو اشعار پر مشتمل بھی ہو سکتا ہے، اس لئے اکثر شعرا دو شعروں پر مشتمل قطعات کہتے ہیں۔

نظم معریٰ: معریٰ نظم کا رواج پہلے مغربی ادب میں ہوا اور پھر دیگر مغربی اصناف کی طرح اردو میں عام ہوئی، اس قسم کی نظم میں قافیے کو ضروری نہیں سمجھا جاتا، البتہ بحر اور وزن کی پابندی کی جاتی ہے۔اردو میں عبدالحلیم شرر اور اسماعیل میرٹھی نے ابتداء کی۔معریٰ نظم کو اس عملی رکاوٹ سے رواج ملا، جو قافیے کی پیدا کردہ تھی۔

سوال نمبر 50: **(الف)** **نظیر کی نظم ''انجام'' کا خلاصہ لکھیں۔**

جواب: انجام کا خلاصہ: نظیر اکبر آبادی کی شاعری کا ایک اہم موضوع دنیا کی بے ثباتی ہے۔نظم انجام میں اسی طرف اشارہ ہے۔نظیر اکبر آبادی انسان کو موت کے آنے کا احساس دلا رہے ہیں کہ انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ دنیا میں جب آیا تو آنے کے بعد اپنی زندگی کے مقصد کو بھول گیا۔وہ جوانی اور اوائل عمر دنیا کے رنگ و بو میں کھیلتے گزار دیتا ہے اور جب بڑھاپا آجاتا ہے تو کمزور ہو جاتا ہے اور عیش وعشرت کی قوت باقی نہیں رہتی تو اسے موت یاد آتی ہے اور وہ یادِ خدا میں مصروف ہو جاتا ہے۔لیکن بہت سے لوگ بڑھاپے میں بھی خوابِ غفلت سے بیدار نہیں ہوتے۔اور دنیا کے دھندوں میں کھوئے رہتے ہیں۔انسان جب تک جیتا ہے۔اس کی خواہش ہوتی ہے اچھے سے اچھا پہنے اور اچھے سے اچھا کھائے۔آرام وعیش سے زندگی بسر کرے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

یہ سب ذات کی چاہتیں ہیں اور اپنی مہمان داری اور رسیوا ہے۔نظیرا کبرآلہ آبادی اس نظم میں مکافاتِ عمل کا اصول بیان کر رہے ہیں اور فطرت کے اس اصول کو ذہن نشین کرانے کی کوشش کر رہے ہیں جیسی کرنے ویسی بھرنی۔اس دنیا کی نیکی آخرت کیلئے زادِراہ بن جاتی ہے۔اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ اس بات کا احساس کرے زندگی کا سفر ختم ہو رہا ہے اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ رختِ سفر باندھے اور نئے سفر کیلئے عزمِ سفر تازہ کرے۔

(ب) ''صبحِ شہادت'' کا مرکزی خیال لکھیں۔

جواب: ''صبحِ شہادت'' کا مرکزی خیال: میرانیس کے مرثیے کا مرکزی خیال شہادت امام حضرت حسینؓ ہے۔انہوں نے میدان کربلا میں محرم کی دسویں کی صبح کی منظر کشی کی ہے۔لیکن یہ منظر کشی مبالغے اور فنی چابک دستی کا نمونہ ہے ورنہ کہاں کربلا کا صحرا اور کہاں کربلا کی پر بہار صبح۔ان کے خیال کے مطابق دسویں محرم کی صبح کربلا بے حد حسین تھی۔اس میں حضرت امام حسینؓ صبح کی نماز ادا کرنے مصلے پر تشریف لائے۔اس وقت اذان ہو رہی ہے اور تمام لشکر عبادت کے لیے تیار ہو رہا ہے۔لیکن دشمن نے اعلان جنگ کر دیا۔مگر امامؓ نے نماز نہ چھوڑی جن کی زبان حدیث وقرآن کا حاصل تھی اور نماز جن کی جان تھی۔وہ جو تمام زاہدوں سے بلند تر تھی اور تلواروں کے سایہ میں اپنی عبادت کا سجدہ کرنے والے نے اپنا سجدہ جاری رکھا۔

(ج) حفیظ جالندھری کے مختصراً احوال بیان کریں۔

جواب: حفیظ جالندھری: قومی ترانے کے خالق اصل نام محمد حفیظ تخلص تھا۔جنوری 1900ء میں جالندھر میں پیدا ہوئے۔حالات سازگار نہ ہونے کی وجہ سے تعلیم مکمل نہ کر سکے۔شاعری سے طبعی مناسبت تھی،اس لیے بچپن ہی میں شعر کہنے لگے اور مولانا غلام قادر گرامی سے اصلاح لینے لگے۔ان کا کلام مختلف پرچوں میں شائع ہوتا رہا۔یوں تو انہوں نے غزلیں،گیت اور نظمیں بھی لکھیں،لیکن گیت اور نظم ان کی وجہ شہرت بنے جسے ان کے شاہکار''شاہ نامہ''،''اسلام'' نے بامِ عروج پر پہنچا دیا۔ترنم اور موسیقیت ان کی شاعری کا اہم پہلو ہے۔

روزگار کی تلاش میں لاہور آئے اور ہونہار بک ڈپو قائم کر کے نشر واشاعت کا کام شروع کیا۔دوسری جنگ عظیم میں سانگ پبلسٹی آرگنائزیشن کے ڈائریکٹر جنرل رہے۔تقسیم ہند کے بعد آزاد کشمیر میں خدمات سرانجام دیں۔فوج میں ڈائریکٹر آف مورال رہے۔حفیظ ایک مدت تک ماہنامہ''مخزن'' کے ایڈیٹر بھی رہے۔تلخابہ شیریں، نغمہ زار،سوز وساز،حفیظ کے گیت،حفیظ کی نظمیں اور شاہ نامہ اسلام کے علاوہ چیونٹی نامہ اور حفیظ تاشقند میں (سفرنامہ) ان کی اہم کتب ہیں۔حفیظ جالندھری 82 سال کی عمر میں فوت ہوئے اور لاہور میں آسودۂ خاک ہیں۔

سوال نمبر 51: مندرجہ ذیل کی تعریف کریں اور مثالیں بھی دیں۔

صنعت لف ونشر غیر مرتب　　صنعت حسنِ تعلیل　　صنعت تضاد　　صنعت تلمیح۔

جواب: صنعت لف ونشر غیر مرتب: صنعت لف ونشر مرتب کا مطلب ہے کہ کسی بات کا ذکر ایک ترتیب سے کرنا اور پھر اس سے متعلقہ اشیا کا بھی اسی طرح اسی ترتیب یا اسکی الٹی ترتیب سے کرنا اگر تمام چیزوں میں ترتیب پوری نہ ہو تو یہ لف ونشر غیر مرتب ہوگی۔

نہ ہمت، نہ قسمت، نہ دل ہے، نہ آنکھیں　　　نہ ڈھونڈا، نہ پایا، نہ سمجھا، نہ دیکھا

صنعت حسنِ تعلیل: تعطیل کے معنی ہیں وجہ بیان کرنا۔اس صنعت میں کسی کلام میں کسی بات کی ایک وجہ بیان کی جاتی ہے (علامت بتائی جاتی ہے)، جو حقیقت میں اصل وجہ نہیں ہوتی، لیکن یہ توجیہہ کلام میں حسن پیدا کرتی ہے۔مثلاً غالب کا یہ شعر:

سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں　　　خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

پھولوں کا کھلنا......مرنے والوں کا نیا روپ نہیں ہے لیکن علت یہ بیان کی گئی ہے۔یا آتش کا یہ شعر:

زیرِ زمیں سے آتا ہے جو گل سو زر بکف　　　قاروں نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا

صنعت تضاد: کسی شعر میں ایسے الفاظ لائے جائیں جو ایک دوسرے کی ضد ہوں۔

ہنستے جو دیکھتے ہیں کسی کو کسی سے ہم　　　منہ دیکھ دیکھ روتے ہیں کسی بے بسی سے ہم

صنعت تلمیح: شاعر اپنے کلام میں کسی مشہور مسئلے یا قصے یا اصطلاح وغیرہ کی طرف اشارہ کرے اور یہ اشارہ توضیح کا رنگ اختیار نہ کرے۔

مثال: **ابن مریم ہوا کرے کوئی　　　میرے دکھ کی دوا کرے کوئی**

☆☆☆☆☆

کاشان اکیڈمی
0334-5504551
Download Free Assignments from
Solvedassignmentsaiou.com

میٹرک، ایف اے، بی اے، بی کام، بی ایڈ، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، ایم فل، پی ایچ ڈی اسائمنٹس ہماری ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ میں رہنمائی کے لیے رابطہ کریں۔